QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

مسلم و غیر مسلم حکمرانوں کا رعایا سے سلوک: کشمیر کی تاریخی حکمرانی، سماجی رویّوں اور سیاسی تعاملات کا تقابلی مطالعہ

Treatment of Subjects by Muslim and Non-Muslim Rulers: A Comparative Study of Kashmir's Historical Governance, Social Attitudes, and Political Interactions

Muhammad Mehboob Ul Hassan
Visiting Lecturer, Department of Islamic Studies,
University of Layyah, Layyah, Pakistan.
Email: mehboob7477@gmail.com
Muhammad Adnan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.
Muhammad Asif
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University (BZU), Multan, Pakistan.

Abstract

This study examines the treatment of subjects by Muslim and non-Muslim rulers with a specific focus on the historical context of Kashmir. The research explores patterns of governance, socio-political behavior, and administrative priorities across different ruling traditions. Non-Muslim rulers, belonging to various dynasties and cultural backgrounds, often shaped their governance models around local customs, caste hierarchy, and regional political necessities. Their treatment of subjects reflected a blend of authority, cultural preservation, and control mechanisms intended to strengthen their rule .In comparison, Kashmiri Muslim rulers—particularly from the Sultanate period—introduced new administrative practices influenced by Islamic legal, moral, and social norms. Their governance emphasized justice, welfare, taxation reforms, and protection of minority communities. This study pays special attention to rulers from Sultan Qutb al-Dīn to Sultan ʿAlī Shāh, highlighting their political strategies, socio-religious contributions, and their interaction with the diverse population of Kashmir .By comparing Muslim and non-Muslim rulers, the study reveals that while each group operated under different ideological frameworks, both sought stability, loyalty, and political legitimacy. However, their administrative styles varied significantly due to differing worldviews, cultural influences, and approaches to religious plurality. The comparative analysis shows that Muslim rulers often adopted inclusive policies aligned with Islamic ethical principles, whereas non-Muslim rulers tended to rely on traditional socio-cultural structures. Understanding these governance models provides deeper insight into Kashmir's historical evolution, communal relations, and the shifting dynamics of political authority. Ultimately, this study contributes to a nuanced understanding of how rulers' religious identities shaped the social and administrative fabric of one of South Asia's most culturally rich regions.

***Keywords**: Kashmir, Governance, Muslim Rulers, Non-Muslim Rulers, Administration, Social Relations, Historical Analysis*

تعارف موضوع

کسی بھی معاشرے کی ترقی، استحکام اور داخلی ہم آہنگی اس کے حکمرانوں کے طرزِ حکمرانی اور رعایا کے ساتھ برتاؤ پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ تاریخِ کشمیر میں مختلف ادوار ایسے ملتے ہیں جن میں غیر مسلم اور مسلم حکمرانوں نے باری باری خطے پر حکمرانی کی اور ہر دور نے سماجی، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے الگ نقش چھوڑے۔ غیر مسلم حکمرانوں کے ادوار میں مقامی رسوم، ذات پات کے نظام اور روایتی اقتدار کی بنیاد پر انتظامی رویّے تشکیل پاتے رہے، جس کے اثرات رعایا کے ساتھ سلوک میں واضح نظر آتے ہیں۔ دوسری جانب مسلم حکمرانوں، خصوصاً سلاطینِ کشمیر، نے اسلامی اصولوں، سماجی انصاف، رعایا کی فلاح اور رواداری کے پہلوؤں کو اپنے نظامِ حکومت میں شامل کیا۔ سلطان قطب الدین سے لے کر سلطان علی شاہ تک کا زمانہ کشمیر کی سیاسی تنظیم، معاشرتی ہم آہنگی اور رعایا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نوازی کے اعتبار سے نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔ یہ تحقیق دونوں اقسام کے حکمرانوں کے حکومتی رویّوں کا تقابلی جائزہ پیش کرتی ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مختلف مذہبی اور سماجی پس منظر کس طرح رعایا سے سلوک، حکومتی ترجیحات اور انتظامی ڈھانچے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

مبحث اول: غیر مسلم حکمرانوں کا رعایا سے برتاؤ

اسلام کے ظہور سے قبل مختلف خاندانوں اور مختلف راجاؤں نے کشمیر کی سرزمین پر حکومت تھی۔ ان میں سے مشہور خاندان یہ ہیں۔ خاندان جموں، خاندان اوگنند، خاندان پانڈو، خاندان مالوہ، خاندان گودیر، خاندان ترکی، خاندان بکرماجیت، خاندان بجے، خاندان برہمن، خاندان کارکوٹ، خاندان خمار، خاندان لوہر کوٹ، خاندان اوپادیو۔

خاندان جموں:

کشپ رشی کے بعد جب گاؤں، قصبات آباد ہوئے تو قبیلے کا بزرگ اس قبیلے کا حکمران ہوتا، پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک گاؤں کا حاکم مقرر ہونے لگا، پھر آپس میں لڑائی جھگڑا کے بعد ایک گاؤں کا حاکم کئی گاؤں پر قابض ہو گیا۔ اور انہوں نے کوٹ (قلعہ) تعمیر کر لیئے۔ یہ زمانہ کوٹہ راج کا زمانہ مشہور ہے۔ کشمیر میں بہت سے کوٹہ راج تھے۔ اندر کوٹ، زینہ کوٹ، شیرہ کوٹ، سودوہ کوٹ، شال کوٹ، دور کوٹ، بنہ کوٹ۔ ان کوٹہ راجوں کو ملک گیری کی ہوس ہوئی، ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے مدت تک یہی سلسلہ رہا، آخر سب نے تنگ آکر راجہ پورن کرن والی جموں سے درخواست کی کہ وہ کوئی امن امان کی صورت پیدا کرے۔ راجہ جموں نے اپنے بیٹے دیا کرن کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے سب کو زیر کر کے اپنی حکومت قائم کرلی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سومدت تخت نشیں ہوا۔ یہ جنگ مہا بھارت میں کوروں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس خاندان میں پچیس سال حکومت رہی۔[1]

خاندان اوگن:

سومدت کے بعد چار سال تک طوائف الملوکی رہی آخر کار سب نے متفق ہو کر ایک شخص اوگنند کو راجہ بنالیا۔ یہ راجگان متھرا کے خاندان کا آدمی تھا۔ اس نے عدل و انصاف سے سترہ سال حکومت کی جب سری کرشن نے متھرا پر حملہ کیا تو یہ راجہ متھرا کی مدد کے لیے گیا۔ اور سری کرشن کے بھائی بلرام کے ہاتھ جمنا کے کنارے مارا گیا۔[2]

راجہ دمودر:

یہ راجہ اوگنند کا بیٹا تھا۔ اہل کشمیر کے متفقہ فیصلے کے نتیجے میں باپ کی وفات پر اس نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی۔ ایک مدت تک اس نے حکومت کی۔ اکثر راجے اس کے تسلط و غلبہ میں ہی رہے۔ راجہ قندھار کی شادی کے موقع پر راجہ کرشن کے ایما پر جادوگروں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کا کوئی بیٹا لائق نہیں تھا۔ اس لیئے "دمودر" کے مرنے کے بعد سری کرشن کے حکم پر دمودر کی رانی جسوتی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔[3]

جسوتی:

اس نے حکومت کے امور لازم سر انجام دیئے اور مملکت کا کاروبار چلانے کی خاطر اس نے مردوں کی طرح کام کیا۔ چونکہ راجہ دمور سے حاملہ تھی۔ مدت پوری ہونے کے بعد اس نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔ جس کا نام دیال کندر رکھا۔ جب وہ سن بلوغت کو پہنچا تو ارکین حکومت کی مشاورت سے حکومت اس کے سپرد کر دی گئی۔ کچھ عرصہ اس نے نیک نامی سے گزارا اور اچھا نظم و نسق چلایا۔ اس کے آخری دور میں ہر طرف سے مفاد پرستوں نے سرکشی کا مظاہرہ کیا اور فساد طول پکڑتا گیا۔ اور راجہ دیال کند اسی فساد میں مارا گیا۔ اس طرح سے اس طبقے کا عہد سلطنت ختم ہوا۔[4]

خاندان پانڈو:

راجہ ہرن دیو:

دیال گونند کو قتل کرا کے ہرن دیو تخت نشیں ہوا۔ یہ اپنے بھائی سے لڑ کر راجہ دیال گونند کے پاس آیا تھا۔ اس نے راجہ دیال گونند سے ظاہر کیا کہ وہ پانڈوں کی

[1] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:146۔

[2] ھر گوپال، گلدستہ کشمیر، ص:17۔

[3] محمد اعظم، واقعات کشمیر، مترجم خواجہ حمید یزدانی، ص:32۔

[4] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:37۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نسل سے ہے۔اس لیے راجہ نے اس کی قدر کی یہ ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا۔اور راجہ کو قتل کروادیا۔اور اس کی جگہ خود تخت نشیں ہو گیا۔اس نے تخت نشیں ہو کر جود وسخا اور بذل وعطا کو اپنا شعار بنایا۔رعایا پروری اور عدالت گستری سے خلق خدا کا دل خوش کر کے اپنا گرویدہ کر لیا۔اور کوششوں سے اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔ایک عرصہ دراز تک اس کے جانشیوں نے حکومت کی۔[1]

راجہ رام دیو:

ہرم دیو کے بعد اس کا بیٹا رام دیو مسند نشین ہوا۔یہ راجہ عدل وانصاف اور سخاوت میں اپنے باپ سے بڑھ کر تھا۔اس نے اپنی رعایا پر محصول کم کر دیا تھا۔انتظام مملکت اور حکمرانی میں اس نے نئے نئے قواعد وضوابط کا اجرا کر کے ملک میں امن وامان قائم کر دیا۔یہ ایک شاندار حکمران تھا۔اس نے ایک بڑا مندر بھی تعمیر کروایا تھا۔اس کے علاوہ اس نے ایک شہر بھی تعمیر کروایا تھا۔اس نے مختلف راجوں کو اپنا مطیع کر لیا تھا۔اور اس نے ہندوستان کے کچھ حصہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔[2]

راجہ بیاس دیو:

اپنے باپ رام دیو کے بعد تخت نشیں ہوا۔عدل وانصاف اور بذل وعطا سے رعایا کا ہر دل عزیز ہوا۔عوام کی فلاح وبہبود اور امن وآسائش کا خیال قدرت نے اس کے دل میں ایسا بٹھا دیا تھا کہ تمام عمر خلق خدا کی آسودہ حالی اور فارغ البالی کے لیے دل وجان سے کوشاں رہا۔سرکاری طور پر تعلیم کا سلسلہ پہلے پہل اسی نے جاری کیا۔دور دراز اور اطراف واکناف سے لائق وفائق پنڈتوں کی خدمات حاصل کرنے میں اس نے بہت کوشش کی لوگوں کے دلوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے کے لیے مختلف مدارس قائم کیے۔اس کے علاوہ مختلف علوم وفنون کے لیے مدارس قائم کئے۔فرقہ پانڈو کے راجوں کو تعمیرات کا شوق میراث میں ملا تھا ۔اس نے بھی باپ کے بنائے ہوئے شہر میں ترمیم وتجدید کی۔موسم سرما میں پانی کا مسئلہ بنتا تھا اس نے ایک وسیع تالاب بنوا کر لوگوں کے لیے آسانی پیدا کر دی ۔اس کے عہد میں فوج طاقتوں میں مناسب اضافہ ہوا۔نئے فوجی قوانین نافذ ہوئے جس سے تمام ملک میں امن وامان قائم ہو گیا۔[3]

راجہ درنا دیو:

اس راجہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملک کے انتظام کو احسن انداز میں چلایا۔باپ سے بڑھ کر جود وسخا سے رعایا کو سرفراز کرنے لگا۔یہ راجہ حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھا۔ظاہری شان وشوکت اور جاہ وتمکنت سے کوسوں دور تھا۔ادنی لباس میں مندر کے دروازے پر بیٹھ کر صبح سے شام تک لوگوں کی دادرسی میں مصروف رہتا۔اس کے خیال میں فریادرسی اور عدالت سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی ذمہ داری نہ تھی۔رحم دل بھی غایت درجہ کا تھا۔ملزموں اور مجرموں کو دو پیسے سے زیادہ جرمانہ نہ کرتا تھا۔ملک میں امن وامان کو قائم رکھا۔لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ معاملہ کرتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کی محبت میں اپنے والدین کی محبت کو کم سمجھنے لگے۔تمام عمر رعایا کے امن وآسائش میں سرگرم عمل رہا۔یہ بیاس دیو کا بیٹا تھا۔اس نے حسن وخوبی سے حکومت کی۔[4]

راجہ سہم دیو:

راجہ سہم دیو باپ کی گدی پر جانشیں ہوا۔عدل واحسان اور جود وعطا میں باپ کے نقش قدم پر چلنے لگا اگرچہ راجہ درنا دیو کی وفات نے لوگوں کو سخت صدمہ پہنچایا تھا۔لیکن سہم دیو کی رعایا پروری نے کافی نعم البدل عطا کر دیا۔اس نے اپنی عمر ریاضت شاقہ اور پرستش اصنام میں بسر کی۔گوشت خوری سے اسے بھی نفرت تھی۔اس کے دور حکومت میں کشمیر نے نمایاں ترقی کی۔آبادی اس قدر بڑھ گئی کہ میدانوں میں گنجائش باقی نہ رہی۔اس راجہ نے بھی بہت سارے گاؤں اور مندر تعمیر کروائے۔یہ ایک نیک دل راجہ تھا۔سہم پورہ اسی کے نام سے مشہور ہے۔اس راجہ نے اپنے بھتیجے کے متعلق یہ شکایت سنی کہ اس نے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا ہے۔تحقیقات کے بعد راجہ نے اسے قتل کرنے سے گریز نہ کیا تھا۔[5]

---

[1] کلہن، پنڈت، مکمل راج ترنگنی، مترجم ٹھاکر اچھر چند، سیوک پریس لاہور، 1912، ج:1، ص:29۔

[2] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:40۔

[3] کلہن پنڈت، مکمل راج ترنگنی، مترجم ٹھاکر اچھر چند، ج:1، ص:38۔

[4] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:151۔

[5] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:41۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

راجہ گوپال دیو:

راجہ سہم دیو کے بعد اس کا بیٹا گوپال دیو تخت پر متمکن ہوا۔ صعوبت امراض کے سبب بڑا کمزور اور ہر وقت کسی نہ کسی مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اس طبعی حالات نے اسے پرلے درجے کا کاہل اور سست بنا دیا تھا۔ سلطنت کے معاملات میں عدم توجہی اور سستی کام لیتا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے اسے ششوپال جیسا مدبر اور منتظم وزیر مل گیا۔ جس نے اپنے حسن تدبیر سے تمام رعایا کو خوشحال اور ملک کو شاداب کر رکھا تھا۔ ملکی معاملات کو احسن طریقے سے انجام دیتا رہا۔ یہاں تک کہ راجا معاملات سلطنت سے بے پرواہ کر بڑے اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگا۔ انہی ایام میں راجہ فتن نے قلمرو کاشغر پر فوج کشی کی اور وہاں کے حاکم جو گوپال دیو کا سالہ تھا مغلوب کر کے قتل کر دیا گیا اور ملک پر اپنا تسلط قائم کیا۔ جب یہ خبر راجہ تک پہنچی تو راجہ نے اپنے وزیر کی قیادت میں اپنے سالے کا قصاص لینے کے لیے فوج بھیجی مگر اس کا وزیر اور فوج اس معاملہ میں ناکام رہی اور وزیر بھی مارا گیا۔ اس بات کا دکھ راجہ کے دل میں بس گیا اور اس وقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد راجہ بھی اس دنیا سے چل بسا۔[1]

راجہ وزیانند:

راجہ گوپال کی وفات پر اس کا چھوٹا بھائی وزیانند تخت نشین ہوا۔ ملک میں اپنا انتظام قائم کر کے اس نے ششوپال کا انتقام لینے کا ارادہ کیا اور ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار کا لشکر لے کر راجہ فتن پر فوج کشی کر دی۔ بہت سی لڑائیوں کے بعد راجہ اس کے پاؤں پر آ گرا اور صلح کا خواہاں ہوا۔ اس کی لڑکی سمرن رانی وزیانند کے عقد ازدواج میں آئی۔ اور حکومت اسی کے سپرد رہی۔ وزیانند مظفر و منصور بے شمار مال و دولت لے کر مراجعت پذیر ہوا۔ اس فتح کے بعد اس نے عدل وانصاف کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے اپنے عہد میں مندروزیا ایشری تعمیر کیا تھا۔[2]

راجہ سکھ دیو:

گوپال دیو کا لڑکا سکھ دیو اپنے چچا کی جگہ حاکم کشمیر بنا۔ اس زمانے میں کشمیر کی حدود ترکستان سے کشمیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے اور بھی کئی راجے کشمیر کے باج گزار تھے۔ سکھ دیو نے تخت نشیں ہو کر ملک کی حالت بدل دی۔ اور فرقہ پانڈو کی حکومت جو ساڑھے تین سو برس سے چل رہی تھی۔ وہ زوال کی طرف چل پڑی۔ خود تو راجہ ہر وقت عیش و عشرت اور سیر و شطار میں مصروف رہتا اور ملکی نظام اپنے چچازاد بھائی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کی غفلت نے سلطنت کا نظام درہم برہم کر دیا۔ ملکی نظام کے درہم برہم ہونے کے باعث راجے خود مختار ہونے لگے۔ جس کے باعث سلطنت پر راجہ کی گرفت کمزور ہوتی گئی۔ ایک دفعہ راجہ شکار پر گیا تو اس کے چچازاد بھائی نے موقع پا کر اس کو دریا میں غرق کر دیا۔ اور وہ خود تخت نشیں ہو گیا۔[3]

راجہ رامانند:

وزیر خود تخت نشیں ہوا۔ تو اس نے ملک کا نظام خوبی سے چلایا۔ راجہ سکھ دیو کے زمانے میں علاقے قبضہ سے نکل گئے تھے ان میں سے بعض فتح کئے۔ اس نے خراج میں اضافہ کیا۔ دسواں حصہ لینے کی بجائے پونچواں حصہ لینا شروع کر دیا۔

راجہ سندیمان:

یہ راجہ رامانند کا بیٹا تھا۔ اس نے سندہ مت نگر آباد کیا۔ اکیس مندر تعمیر کروائے۔ تخت سلیمان معروف کوہ شنکراچارج پر جو مندر ہے وہ اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اس نے کابل قنوج، قندھار وغیرہ فتح کیے۔[4]

راجہ مرہن دیو و کامن دیو:

یہ دونوں بھائی کشمیر پر حکمران ہوئے۔ ایک بھائی نے مراج کے علاقے پر حکومت کی۔ جبکہ دوسرے نے کامراج آباد کیا۔ مرہن نیک اور اچھا تھا۔ اس کے برعکس کامن ظالم تھا۔

---

[1] کلہن پنڈت، مکمل راج ترنگنی، مترجم ٹھاکر اچھر چند، ج:1، ص:45۔

[2] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:41۔

[3] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:151۔

[4] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:152۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

راجہ چندر دیو:

یہ مرہن دیو کا بیٹا تھا۔ جو اس بعد تخت نشیں ہوا۔ اس نے اپنے چچا کامن دیو پر فوج کشی کی چونکہ کامن دیو ظالم تھا اس لیے رعایا نے بھی چندر دیو کا ہی ساتھ دیا۔ کامن دیو گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ اور اس کا بیٹا رکھ دیو قید کر دیا گیا۔ اس فتح کے بعد چندر دیو عیش و عشرت، شراب و کباب میں مشغول ہو کر سلطنت سے بے خبر ہو گیا۔ اس کے پاس تین سو ساٹھ رانیاں تھیں۔

راجہ آنند:

راجہ آنند سفاک اور بے رحم تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کروایا۔

راجہ درپتا دیو:

ایک بہادر حکمران کے علاوہ رعیت پرور بھی تھا۔ اس نے ایک مندر بھی تعمیر کروایا۔ لیکن اپنے بھائی کے ہاتھوں ہوا۔[1]

راجہ ہرنام دیو:

یہ راجہ عیاشی کے لیے مشہور تھا۔ عام لوگوں کی عورتوں کو لوٹ کر لے جاتا تھا۔ اور عام شراب نوشی کی نہ صرف اجازت دے دی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی۔

راجہ سلکن دیو:

اپنے باپ ہرنام دیو کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی باپ کی طرح عیاش تھا۔ مگر ہفتہ میں ایک دن امور سلطنت کو حسن و خوبی سے انجام دیتا تھا۔

راجہ سنیادت:

یہ راجہ سلکن دیو کا بیٹا تھا۔ جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ احمق اور ظالم تھا۔ اور بہت زیادہ عیاش بھی تھا۔ اپنے بھائی منگلات کے ہاتھوں قتل ہوا۔

راجہ منگلات:

یہ بھی عیاش اور ظالم تھا۔ اس کے عہد میں ایک مرتبہ ایسی زہریلی ہوا چلی کہ ہزاروں آدمی مر گئے۔ جوا بازی اس کے عہد حکومت میں عام تھی۔[2]

راجہ کھیمہ اندر:

یہ منگلات کا بیٹا تھا۔ ابتدا میں اس نے خوب انتظام و اہتمام سے حکومت کی۔ پھر ظالم و عیاش ہو گیا تھا۔ رعایا کے گھروں میں گھس کر عورتوں کی عصمت دری کرتا۔ وزیر کی بیوی سے بھی آشنائی کر لی۔ وزیر کو ناگوار ہوا۔ تو وزیر نے ملازمین شاہی سے سازش کر کے اسے قتل کر دیا۔

راجہ بھیمہ سین:

یہ راجہ کھیمہ اندر کا بیٹا تھا۔ یہ عیاشی، شراب خوری اور ظلم و ستم میں سب سے بڑھ کر تھا۔ راجہ ختن نے فوج کشی کر کے کاشغر پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اس کے مقابلے کے لیے لشکر روانہ کیا۔ جو کوہ قراقرم پر شدت برف باری سے تباہ ہو گیا۔

راجہ یندر سین:

بھیم سین کا بیٹا تھا۔ یہ عیاشی اور ستم گری میں اپنے باپ سے بھی آگے تھا۔ اس کے عہد میں فسق و فجور کی اسقدر کثرت تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں سے ملوث تھے۔

راجہ سندر سین:

راجہ ہرنام دیو کے وقت سے جو بد افعالیوں اور بد کرداریوں کا مادہ نشو و نما پا رہا تھا۔ یندر سین کے بیٹے سندر سین کے عہد میں شباب کو پہنچ گیا۔[3]

خاندان مالوہ:

راجہ لو:

یہ شخص راجگان مالوہ کے خاندان سے تھا۔ انقلاب کے زمانہ کے باعث اپنا وطن ترک کر کے کشمیر میں مسکن گزین تھا۔ اور فرقہ پانڈو کی قدر دانی سے ترقی کرتے

---

[1] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص: 43،42۔

[2] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص: 43۔

[3] کلہن پنڈت، مکمل راج ترنگنی، مترجم ٹھاکر اچھر چند، ج: 1، ص: 71۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

کرتے علاقہ لولاب کا جاگیر دار بنا ہوا تھا۔ لو نے تخت نشین ہو کر اچھی طرح انتظام سلطنت کیا۔ ایک شہر "لولو" آباد کیا۔ ایک موضع لیوا نامی آباد کر کے برہمنوں کو جاگیر میں دیا۔ اس نے قرب و جوار کے علاقے فتح کیے۔ اس کی فوج کی گرج ہر چند کہ سارے عالم کو بیدار رکھتی تھی۔ تاہم اس کے دشمنوں کو لمبی نیند میں سلا دیتی تھی۔ رجہ لو عدل و انصاف اور رعایا پروری میں مشہور تھا۔[1]

راجہ کشن:

یہ راجہ لو کا بیٹا تھا۔ اس کو کوش سیا کھ اور کنول بھی کہتے تھے۔ کیوں کہ اس کی آنکھیں کنول پھول کی طرح تھیں۔ شجاعت کے کاموں میں ماہر تھا۔ تخت نشین ہوا ۔ موضع کوہارو (کولہ) آباد کر کے برہمنوں کی جاگیر میں دیا۔ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔[2]

راجہ کہگ اندر:

راجہ کشن کے بعد اس بیٹے مشہور و معروف کہگ اندر نے تخت حاصل کیا۔ یہ راجہ اپنے دشمنوں کے ہاتھیوں کی صف کو تباہ کرنے والا تھا۔ لوگوں کا رہبر اور بہادری کا مسکن تھا۔ عدل و انصاف سے حکومت کی۔[3]

راجہ سور اندر:

تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں دو قصبے آباد کیے۔ ایک موضع سومرا اور دوسرا شوروت۔ جو اس نے محتاجوں کے نام وقف کر دیے۔ عقل اور حسن کے زیور سے آراستہ ایک دختر کے سوا اس کی کوئی دوسری اولاد نہ تھی۔ اس لڑکی کے حسن و جمال اور دیگر کمالات کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اپنی لڑکی کا رشتہ ایران کے فرمارواکے ساتھ کیا تھا۔ اور لڑکی کو ایران بھیج دیا تھا۔ اس خاندان کی سلطنت کا یہاں پر اختتام ہو گیا تھا۔[4]

خاندان گودہر:

راجہ گودہر:

راجہ سورندر کے لاولد مرنے پر گودہر نام کے ایک شخص کو راجہ بنایا گیا۔ اس نے چند مواضعات ایجاد کئے برہمنوں کو جاگیریں دیں۔ یہ کسی دوسرے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس نے حکمرانی موروثی طور پر حاصل نہیں کی تھی۔ اس نے دو گاؤں بھی آباد کیے۔[5]

راجہ سورن:

راجہ گودہر کے بعد اس کا بیٹا سورن تخت نشین ہوا۔ جو محتاجوں کو سورن یعنی سونا دیتا تھا۔ اور جس نے کرال تک سورن نامی نہر کھدوائی تھی۔ اس نے ایک موضع بھی آباد کیا۔ اس کی نیک نامی اور رعایا پروری کے آثار ایک طویل مدت تک بر قرار رہے۔ اس نے سلطنت کا زمانہ کسی شورش کے بغیر گزارا۔ اور کمال نیک نامی کے ساتھ طبعی موت مر گیا۔[6]

راجہ جنک:

یہ سورن کا بیٹا تھا۔ اس کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی باپ کی طرح زندگی نیک نامی سے گزاری۔ اس نے دو قریے آباد کیے۔ دونوں کا نام "جانور" رکھا۔

راجہ سچی نر:

یہ جنک کا بیٹا تھا۔ باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کی طبیعت میں عفو کا عنصر پایا جاتا تھا۔ اپنی حکومت کے انتظام و اہتمام میں عمر بسر کی۔ شانگس کا گاؤں اور قریہ شار کا علاقہ آباد کیا۔

---

[1] ھر گوپال، گلدستہ کشمیر، ص:18۔

[2] محمد اعظم، واقعات کشمیر، مترجم خواجہ حمید یزدانی، ص:32۔

[3] کلہن پنڈت، مکمل راج ترنگنی، مترجم ٹھاکر اچھر چند، ج:1، ص:75۔

[4] محمد اعظم، واقعات کشمیر، مترجم خواجہ حمید یزدانی، ص:33۔

[5] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:45۔

[6] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:157۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

راجہ گلندر:

یہ شچی سر کا بھتیجا تھا۔ چچا کے بعد جانشین ہوا۔ اس نے ملک کو رونق دی نہر جاری کی۔ نو گر نام ایک موضع آباد کیا۔ قوانین وضوابط جاری کیے۔

راجہ بلدیو:

گلندر کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ یہ رعیت پرور اور منصف مزاج تھا۔ اس کے عہد میں راجہ بھیکم والی اجین نے حملہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا تھا۔

نل سین:

راجہ بلدیو کا بیٹا تھا۔ تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا ظالم تھا۔ اس نے ایک لاکھ آدمی بے گناہ قتل کروائے۔ تمام ملک میں لوٹ کھسوٹ مچادی۔ ایک رات محل میں آگ لگی یہ مع اہل وعیال جل کر مرا۔[1]

خاندان ترکی:

اس کے بعد اس سرزمین پر ہشک، جشک اور کنشک حکمران ہوئے۔ اور انہوں نے ہشک پور، جشک پور اور کنشک پور تین شہر آباد کیے۔ ان کے عہد کے آخر میں برہمنوں نے بدھ مت کی مخالفت کی اور اس مخالفت کے باعث ان کو معزول کر دیا۔ ان تینوں نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔[2]

خاندان بکرماجیت:

راجہ پرتاب آدت:

یہ بکرماجیت راجہ اُجین کے خاندان سے تھا۔ اندھا جد ہشٹر کے بعد کو گوں نے اس کو راجہ منتخب کر لیا۔ اس نے ملک کی آبادی اور رعایا پروری پر توجہ مبذول رکھی۔ اس نے راجہ اندہ کے دور کے ظلم وستم کی تاریکی کو عدل اور دادرسی کے نور میں بدل دیا۔ ایک مدت تک عام وخاص کو گوناگوں احسانات سے نوازتا رہا۔ ہندوراج کے دوسرے دور کا آغاز اسی سے ہوا تھا۔[3]

راجہ جلوک ثانی:

پرتاب آدت کا بیٹا تھا۔ اس نے حسن وخوبی سے حکومت کی۔

تونجین:

جلوک ثانی کا بیٹا تھا۔ یہ عادل حکمران تھا۔ اس نے رعیت پروری کی اس کے عہد میں بھی قحط پڑا تھا۔ یہ لاولد مرا تھا۔[4]

خاندان بجے:

راجہ بجے:

رعایا نے بجے نام کے ایک شخص کو راجہ بنایا۔ اس نے بیجبہارہ کا شہر آباد کیا۔

راجہ جے اندر:

بجے کا بیٹا تھا غافل وسادہ لوح تھا۔ اس نے اپنے لائق وزیر کو حاسدوں کے کہنے پر پھانسی چڑھایا اور آخر میں لاولد مرا۔

راجہ سندیمان:

اہل ملک نے سندھ ڤی وزیر کے بیٹے اری رائے کو تخت نشین کیا۔ اس نے سندیمان لقب اختیار کیا۔ اپنے عہد میں اس نے لوگوں پر احسانات کیے۔[5]

---

[1] ھرگوپال، گلدستہ کشمیر، ص:18۔

[2] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:162۔

[3] اللہ بخش، یوسفی، مختصر تاریخ کشمیر، یوسفی اینڈ یوسفی پبلشر، کراچی، ن د، ص:15۔

[4] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:64۔

[5] ھرگوپال، گلدستہ کشمیر، ص:33۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

خاندان برہمن:

راجہ ماترگیت:

راجہ اجین کا خادم قوم کا برہمن تھا۔ راجہ اُجین نے اس کو تخت بخشا تھا۔ یہ فطرتاََ عالی ظرف تھا۔ جن موقعوں پر فیاضی یا مردانگی کے اظہار کی ظرورت ہوتی تو وہاں پر یہ خود کو روکتا نہیں تھا۔ اس کے عہد میں جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ راجہ جو بڑا مشہور اور فیاض تھا اور بد نصیبی کے دن دیکھ چکا تھا اس کے پاس ہر طرح کے لوگ آنے لگے تھے۔ یہ چار سال نو ماہ حکومت کرنے کے بعد تاج و تخت کو چھوڑ کر فقیر بن گیا تھا۔[1]

خاندان کارکورٹ:

راجہ درلب درون:

اگرچہ داروغہ اصطبل کا لڑکا تھا۔ مگر اس کی ماں کارکورٹ بنی خاندان سے تھی۔ اس لیے یہ خاندان کارکورٹ بنسی مشہور ہے۔ اس نے انتظام سلطنت حسن وخوبی سے کیے۔ اس کے عہد میں چینی سیاح ہون سانگ کشمیر آیا تھا۔ یہ راجہ انصاف کے لیے مشہور ہے۔

راجہ درلبک:

درلب درون کا بیٹا ملہن باپ ہی کے سامنے مر گیا تھا۔ درلبک اس کا بیٹا تھا۔ اس کا نام پرتاب پیڈ تھا۔ دادا کی جگہ تخت نشین ہوا۔ یہ عیش وعشرت میں مشغول رہتا لیکن انتظام سلطنت کو اس کا وزیر سنبھالے رہا۔

راجہ چندراپیڈ عرف بجرادت:

یہ درلبک کا بیٹا تھا۔ اس نے شہنشاہ چین کے پاس سفارت بھیج کر اپنی حکومت تسلیم کرائی۔ اور خراج دینا قبول کیا۔ یہ بڑا رحمدل اور منظم تھا۔

راجہ تاراپیڈ:

بھائی کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کا لقب اودیات بھی تھا۔ اس کے ظلم سے سارا ملک ویران ہو گیا۔ ملحقہ علاقے قبضہ سے نکل گئے۔ اس نے اپنی لڑکی کی شادی کی خوشی میں ہزاروں آدمی ذبح کروائے۔

راجہ مکتاپیڈ عرف للتادت:

بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا یہ بڑا عالی ہمت، بہادر، قدر دان علم وہنر، مدبر اور منتظم تھا، اس نے بہت ساری فتوحات کیں۔ لوٹ کھسوٹ سے اس نے بہت ساری دولت جمع کر لی تھی۔[2]

راجہ کولیاپیڈ:

بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ ایک سال اور پندرہ دن حکومت کی۔ رعایا کے ساتھ اس کا حسن سلوک رہا۔

راجہ وزرادت:

یہ راجہ ظالم ہونے کے علاوہ شہوت پرست، بد اخلاق اور خون ریز تھا۔ اس نے اپنے محل میں 360 عورتوں کو جمع کر رکھا تھا۔

راجہ پرتھواپیڈ:

یہ راجہ ظالم وسفاک تھا۔ اس کو اس کے بھائی نے معزول کر دیا تھا۔

راجہ سنگرام پیڈ:

یہ اپنے بھائی کو معزول کر کے تخت پر بیٹھا تھا۔ مگر سات دن تک ہی حکومت کر سکا۔ اور اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

راجہ جیاپیڈ:

یہ اپنے بھائی کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ بہادر، عالی ہمت اور قدردان علم وعرفان تھا۔ اس نے عدل وانصاف سے حکومت کا آغاز کیا مگر بعد میں ظلم و

---

[1] اللہ بخش، یوسفی، مختصر تاریخ کشمیر، ص:15۔

[2] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:177۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ستم کرنے لگا تھا۔ اندر کوٹ بھی اسی راجہ نے آباد کرایا تھا۔[1]

راجہ لتتاپیڈ:

جیاپیڈ کا بیٹا تھا۔ یہ فضول خرچ عیاش اور امور سلطنت سے غافل تھا۔ ایک مے فروش کی لڑکی پہ عاشق ہو گیا۔ اور اس کو محل میں لے آیا۔ اس نے چند مواضعات آباد کیے۔ اور برہمنوں کو جاگیریں بھی دیں۔

راجہ چیت جیاپیڈ:

للتاپیڈ کا بیٹا تھا۔ یہ کم سنی کی عمر میں حکمران بنا۔ اور معاملات حکومت اس کا ماموں سنبھالا کرتا تھا۔ اس نے رعایا کو خوب لوٹا اور اس کے بھائی کو اس کے مقابلہ میں لے آیا۔ اس نے کو معزول کر دیا۔

راجہ اجتاپیڈ:

بھائی کو معزول کر کے تخت نشین ہوا۔ یہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اصل حکومت اس کے ماموں کر رہے تھے۔ اور رعایا پر ظلم و ستم کر رہے تھے۔

راجہ انگاپیڈ:

یہ تخت نشین ہونے کے بعد زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا۔ اس کو ادت بل اور اس کے بیٹے نے غلبہ پا کر معزول کر دیا۔

راجہ ادت پلاپیڈ:

ادت بل نے اجتاپیڈ کے بیٹے ادت پلاپیڈ کو تخت نشین کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد خانہ جنگی شروع ہوئی انہیں لڑائیوں میں یہ راجہ مارا گیا۔[2]

خاندان خمار:

راجہ اونتی ورما:

اپنے سوتیلے بھائی کی مدد سے راجہ ادت پلاپیڈ کو قتل کر کے تخت نشین ہوا۔ یہ عادل باذل و قدر دان علوم و فنون تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں بڑے بڑے فضلاء اور مصنفین جمع تھے۔ اس نے چند مواضعات آباد کیے۔ اس نے جانور کشی کی ممانعت کر دی تھی۔

راجہ شنکر ورما:

اونتی ورما کے بعد اس کی اولاد میں تخت نشینی کے معاملہ میں نزاع پیدا ہو گیا۔ شنکر ورما اس نزاع میں غالب آیا۔ پہلے تو نیک نیتی سے حکومت کی مگر بعد میں اس کی بری عادتوں نے ساری سلطنت کا نظام خراب کر کے رکھ دیا۔ رعایا کو لوٹ کر خزانہ بھرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

راجہ گوپال ورما:

یہ شنکر ورما کا بیٹا تھا۔ یہ عادل اور منتظم تھا مگر اس کا باپ اس میں جو خرابیاں پیدا کر کے گیا تھا یہ مکمل طور پر ان کو ٹھیک نہ کر سکا۔

راجہ سنگت ورما:

یہ شنکر ورما کا دوسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے زیادہ دیر تک حکومت نہ کی۔

سوگند ارانی:

راجہ شنکر ورما کی بیوی تخت نشین ہوئی۔ اس نے چند مواضعات آباد کیے۔ مگر انتظام ملک درست نہ کر سکی۔[3]

---

[1] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:78۔

[2] هر گوپال، گلدستہ کشمیر، ص:63۔

[3] کلہن، راج ترنگنی، ص:461۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

راجہ پارتھ:

جب تخت نشین ہوا اس وقت اس کی عمر دس برس تھی۔ اس کے عہد میں سخت قحط پڑا۔ اس کے وزراء نے رعایا کو لوٹنا اور ستانا شروع کر دیا۔ اور اس کو معزول کر دیا گیا تھا۔

راجہ پنگو:

اس کا اصل نام نزرتھ ورما تھا۔ بیٹے کی معزولی کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اور صرف ایک سال تک ہی تخت نشین رہا تھا۔[1]

راجہ شیر ورما:

یہ پنگو کا تیسرا بیٹا تھا۔ بھائی کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ یہ بد چلن تھا۔ اس نے انتظام سلطنت کرنا چاہا تھا۔ مگر اس میں ناکام رہا تھا۔ اور اس کو بھی معزول کر دیا گیا تھا۔

راجہ اونمتا ورما:

یہ پارتھ کا لڑکا تھا۔ تخت نشین کر دیا گیا۔ یہ بہت زیادہ ظالم اور بد کردار تھا۔ اس نے حاملہ عورتوں کے حمل گروائے اور بہت سارے لوگوں کا بے گناہ قتل کروایا۔ اس نے اپنے باپ اور خاندان کے باقی افراد کو بھی قتل کروا دیا تھا۔ اس کے بعد شیر ورما آیا وہ بھی حکومت کو نہ سنبھال سکا۔ اس کے بعد کملا درون نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ مگر رعایا نے اس کو پسند نہ کر کے معزول کر دیا۔[2]

خاندان لوہر کوٹ:

سنگرام راج:

وید رانی کے بھائی اودے راج کا بیٹا تھا۔ رانی کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے تونگ کو وزیر بنایا یہ بات برہمنوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے بغاوت کی تو تونگ نے ان کی خوب گوشمالی کی۔

ھری راج:

سنگرام راج کا بیٹا تھا۔ یہ تخت نشین ہوا۔ رانی نے اس کو زہر دے کر خود تخت ہونا چاہا مگر رعایا نے اس بات کو پسند نہ کیا۔

انت دیو:

امراء نے سنگرام راج کے بعد دوسرے بیٹے کو تخت نشین کیا۔ اس کی عمر دس سال تھی۔ ظلم و ستم سے دور رہا۔ برہمنوں کو گاؤں جاگیر میں دلائے۔ علماء سے چند کتابیں تصنیف کروائیں۔[3]

کلشن دیو:

یہ انت دیو کا بیٹا تھا۔ یہ تخت نشین ہونے کے بعد عیاشی اور قمار بازی میں مشغول رہا۔ غریبوں کو ستانا، لوٹنا، عورتوں کی عصمت دری کرنا اور نشے میں مخمور رہنا اس کا معمول تھا۔

راجہ ہرش دیو:

تخت نشین ہونے کے بعد حسن و خوبی سے انتظام سلطنت جاری رکھا۔ یہ راجہ علم و ادب اور موسیقی کا ماہر تھا۔ اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ پہلے پہل کیا مگر بعد میں عیاشی اور ظلم کرنے لگا۔ اس کے عہد میں شدید قحط رونما ہوا تھا۔ افعال بد اور فسق و فجور کا مرتکب تھا۔ ہر رات اس کی محفل میں ایک ہزار شمعیں جلتی تھیں۔ 360 عورتیں اس کے محل میں تھیں۔

راجہ او سجل:

ہرش دیو کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس نے باقاعدہ اور باضابطہ حکومت کی۔ سخت کلامی اور لوگوں کو آپس میں لڑانے کا عادی تھا۔ اہل علم کی قدر کرتا تھا۔ زراعت

---

[1] ایضا۔

[2] ھر گوپال، گلدستہ کشمیر، ص:70۔

[3] ھر گوپال، گلدستہ کشمیر، ص:71۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

کو بھی ترقی دی۔ ابتدائی دنوں میں رعایا پروری کی بعد میں اپنے آرام میں مگن ہو گیا تھا۔[1]

راجہ جے سنگھ:

تخت نشین ہونے کے بعد دفاعی نظام کو مضبوط کیا۔ بیرونی حملہ آوروں سے لڑتا رہا تھا۔ اس نے عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔

راجہ پرمانو:

یہ جے سنگھ کا بیٹا تھا۔ احمق اور ظالم تھا۔ اس کے وزیر نے سلطنت کے نظام کو خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کی موت کے بعد ظلم وستم کا دور دورا ہوا۔ اس راجہ نے خوب دولت اکٹھی کی تھی۔ اس کے بعد اسکا بیٹا ورتی تخت نشین ہوا تھا۔[2]

خاندان اوپادیو:

راجہ اوپادیو:

یہ موروثی بادشاہ نہیں تھا۔ لوگوں نے اس کو تخت پر بٹھایا تھا۔ یہ احمق تھا۔ اس کے عہد میں بربادی وتباہی کے سوا کچھ نہ ہوا تھا۔

راجہ رسیہ دیو:

یہ اوپادیو کا بھائی تھا۔ نظام سلطنت اس سے بھی نہ ہو سکا۔ عقل ودانش میں یہ بھی اپنے بھائی کی طرح کا تھا۔ برہمنوں نے بغاوت کی مگر شکست کھائی تھی۔

راجہ جگ دیو:

رسیہ دیو کا بیٹا تھا۔ یہ عادل اور سخی تھا۔ رعایا نواز تھا۔ سخی ہونے کی وجہ سے لوگ اسے جگ دیو کے نام سے پکارتے تھے۔

راجہ سنگرام دیو:

یہ مدبر، منتظم، قدردان اہل علم تھا۔ اپنے بھائی کو وزیر بنایا تھا۔ اس نے دو قلعے تعمیر کیے تھے۔ ملک میں لوٹ مار کرنے والوں کے ساتھ انصاف کرتا تھا۔

راجہ رام دیو:

سنگرام دیو کا بیٹا تھا۔ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس نے ایک برہمن لڑکے کو متبنی کر لیا تھا۔ جو اس کے بعد راجا بنا۔

مبحث دوم: کشمیر کے مسلم حکمرانوں کا رعایا سے برتاؤ

خطہ کشمیر پر ایک طویل عرصہ ہندوں کی حکومت رہی اس کا اختتام اس وقت ہوا جب راجہ رنچن نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنا نام صدرالدین دین اختیار کیا صدرالدین سے اسلامی حکومت کی کی بنیاد ہو چکی تھی۔

صدرالدین:

رنچن کشمیر کا اولین مسلمان بادشاہ ہے۔ لیکن وہ تبدیلی مذہب کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہا۔ چند سالوں کے دوران جن میں وہ زندہ رہا۔ اس نے ایک اچھے مسلمان کا سلوک کیا۔ اپنے نام پر سرینگر میں ایک محلہ رنچن پورہ تعمیر کرایا۔ یہاں اس نے بودھوں کے مندر کے مقام پر پر ایک مسجد بنوائی کشمیر میں پہلی مسجد تھی اور جو بڈمسیت کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہاں سے نزدیک ہی عالی کدل سری نگر میں اس نے ایک اور مسجد تعمیر کروائی۔ اور ایک لنگر خانہ بھی قائم کیا۔ جو بعد میں سلطان کے مذہبی پیشوا۔ بلبل شاہ کی یاد میں بلبل لنگر کے نام سے مشہور ہوا۔

صدرالدین نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔ اس کا ایک بیٹا جس کا نام حیدر تھا جو کہ کوٹ رانی سے تھا۔ اس نے اپنے وزیر شاہ میر کی حفاظت میں دیا تھا۔ رنچن نے بادشاہ کی حیثیت سے جو کارنامہ انجام دیا۔ وہ اس کا انقلاب تھا جس نے اس کے بہت سے دشمن پیدا کر دیے تھے۔ راجہ سہ دیو کے چچازاد بھائی ادیان دیو کی قیادت میں رنچن کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر حملہ کیا اور زخمی کر دیا اور اسی وجہ سے وہ فوت ہو گیا اور وہ 1325 کو بلبل شاہ کے مزار کے پہلو میں بلبل نگر میں دفن کیا گیا تھا۔[3]

سلطان صدرالدین نے اپنے پیچھے ایک بیٹا حیدر اور بیوی کوٹہ ہرانی ی کو چھوڑا جو کہ اس نے اپنی زندگی میں میں اپنے وزیر اعظم شاہ میر کی کفالت میں دے دیئے

[1] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:93۔

[2] محمد امین، مختصر تاریخ کشمیر، ص:94،93۔

[3] آفاقی، صابر، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1998، ص:47۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

تھے۔ حیدر چونکہ ابھی نابالغ تھا تھا سے لہذا سے سے باپ کی وفات کے بعد ضد تخت نہ مل سکا شاہ میر اور کوٹہ رانی نے مل کر تخت کی ذمہ داری ادیان دیو کو دی۔ اور اس طرح سے وہ حکومت کے انتظام سنبھالنے لگا۔ کوٹ ارانی اور اور اور ادیان دیو نے شادی کر لی۔ اس طرح سے کوٹارانی نے اقتدار میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ ادیان دیو بزدل انسان تھا۔ وہ برائے نام کا حکمران تھا انتظام حکومت کوٹ رانی ہی انجام دے رہی تھی۔[1]

سلیم خان گمی کشمیر میں اشاعت اسلام میں لکھتا ہے کہ۔

> "ادیان دیو کی تخت نشینی کئی طرح سے افسوس ناک تھی اول اس لیے کہ ادیان دیو کشمیر کے تخت و تاج کے لیے لیے اہل و قابل نہ تھا وہ حد درجہ بزدل اور خود غرض تھا۔ اور ذولچو کہ حملہ کشمیر کے وقت وطن چھوڑ کر علاقہ کندھار کی طرف روپوش ہو گیا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ فہم و تدبر سے عاری تھا اور کشمیر کی سیاسی اسی آشفتہ سامانی میں کشمیریوں کو کوسی صاحب فکر و نظر کی ضرورت تھی تھی۔ تیسری بات یہ کہ وہ برائے نام حکمران تھا اور اقتدار کلی طور پر کوٹ رانی کے ہاتھوں میں تھا جو ایک متلون مزاج خاتون تھی۔ اور چوتھی بات یہ کہ ادیان دیو کی تخت نشینی کی وجہ سے کشمیر میں اسلام اور اہل اسلام کے عقائد کو زک پہنچی تھی" اس لیے وہ قابل نہ تھا کہ کشمیر اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا"[2]

ادیان کو کشمیر کے تخت پر براجمان ہوئے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ کشمیر پر حملہ ہوا ادیان دیو بھاگ گیا۔ ایک بار پھر کشمیر کی حفاظت کوٹ رانی اور شاہ میر نے کی۔ حالات جب سدھر گئے تورانی نے پھر ادیان دیو کو تخت پر بٹھانا چاہا مگر اس بار عوام نے بھی تک قبول نہیں کیا کہ وہ تخت کی ذمہ داریاں سنبھالے۔ اس طرح سے حالات شاہ میر کے حق میں ہوئے آئے اور آخر کار یار یہاں پر ہندو حکومت کا مکمل خاتمہ ہوا اور یہاں سے اسلامی سلطنت کا دور مکمل طور پر شروع ہوا۔ جس میں سب سے پہلا بادشاہ شاہ میر بنا۔ اور اپنا نام سلطان شمس الدین رکھا۔

شاہ میر سلطان شمس الدین:

مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان میں شاہ میر کا تعارف کچھ یوں کرایا ہے۔

> "715 ھ میں سہہ دیو کا راج کشمیر میں تھا۔ ایک شاہ میر نام کا مسلمان قلندری لباس میں کشمیر آیا۔ اور راجہ کا نوکر ہو گیا۔ شاہ میر اپنی نسبت ارجن پانڈو تک پہنچاتا ہے"[3]

تاریخ فرشتہ میں شاہ میر کا تعارف کچھ یوں ہے۔

> "کشمیر کو اسلام لائے ہوئے تھوڑی مدت ہی ہوئی ہے۔ اس ملک کے قدیم حکمران ہندو تھے۔ اور برہما کی پوجا کرتے تھے۔ 715 ھ میں جب کہ کشمیر کی حکومت سہ دیو نامی راجہ کے ہاتھ میں تھی۔ کشمیر میں ایک شخص مسمی شاہ میرزا فقیروں کے لباس میں آیا اور راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ شاہ میرزا اپنے آپ کو ارجن کی نسل سے بتاتا ہے۔ اور اپنا شجرہ نسب یوں بیان کرتا تھا۔ شاہ میرزا بن ماہر بن آل بن کرشاشب بن نکودر، نکودر کے بارے میں میں شاہ میرزا کا بیان تھا کہ ہر شخص ارجن کی نسل سے تھا۔ جو مشہور پانڈو ہے"[4]

تاریخ اکبری میں شاہ میر کا تعارف اس طرح سے ہے۔

> "یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ملک کشمیر ہندو راجاؤں کے قبضہ میں تھا۔ وہ متواتر 715ھ تک حکومت کرتے رہے۔ ایک شخص شاہ میر نامی تھا جو اپنا تعلق اس طرح سے بتاتا ہے کہ شاہ میر بن طاہر بن آل شاہ شب۔ اور اپنا

---

[1] عاشق، تاریخ تحریک اسلامی جموں وکشمیر، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1991، ج:1، ص:41۔

[2] گمی، سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، یونیورسل بکس، لاہور، 1986، ص:46۔

[3] ذکاء اللہ، مولوی، تاریخ ہندوستان، مشتاق بک کارنر، لاہور، ج:4، ص:80۔

[4] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ج:4، ص:692۔

نسب جب ارجن تک پہنچتا تھا جو کہ پانڈوں میں سے تھا"[1]

نگارستان میں شاہ امیر کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

"راجہ سہ دیو کے عہد حکومت میں اپنے وطن کنیر سے (کنیر کا علاقہ سوات سے آگے مضافات کابل سے ہے) ایک شخص شہمیر نام کا آیا تھا۔ راجہ نے اس کو نوکر رکھ لیا"[2]

کشمیر میں ملت اسلام کا رواج اسی بادشاہ کے زمانے سے ہوا۔ اور کشمیر کے مسلم طبقہ سلاطین کی ابتدا اسی سے ہوئی۔ اس نے بادشاہ بن کر کشمیر میں جو خرابیاں اور تباہیاں پھیل رہی تھیں ان کا علاج کیا۔

شاہ میر کی اصلاحات:

انتظامیہ:

ریاست کو عدل و انصاف کے اصولوں پر مستحکم کرنے اور امن و امان قائم کرنے کی خاطر شاہ میر نے پیداوار کا چھٹا حصہ مقرر کیا۔ سلطان شمس الدین نے کشمیر میں امن و سکون کے لیے شب و روز کام کیا۔ اس نے مستحکم حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس نے کشمیر کے زخموں پر مرہم رکھا اور اس کے حالات و کوائف بدل دیے۔ زلچو کے حملے سے کشمیر کے اکثر قصبے تباہ ہو گئے تھے۔ سلطان نے ان کی مرمت اور آبادی کے لیے عرق ریزی سے کام کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے قوم کے امن کو خراب کیا ہوا تھا ان کو نیست و نابود کیا۔[3]

فوج:

ہندو راجاؤں کی حکومت میں فوج اکثر کرایا دار سپاہیوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ سپاہی زیادہ تر جموں، بھمبر، پونچھ اور راجوری کی ہمسایہ پہاڑی ریاستوں کے بسنے والے لڑاکا اور جنگجو قبائل سے لیے جاتے تھے۔ لیکن پنجاب میں ترک حکومت کے قیام اور راجہ جینگہ کی وفات کے بعد کشمیر میں بڑھتی ہوئی بدنظمی کے نتیجہ میں جاگیر دارانہ پہاڑی ریاستوں نے کشمیر سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کشمیر کے کمزور اور بے تدبیر راجگان اب وہاں سے شکر فراہم نہیں کر سکتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لون قبیلہ جو لڑائی کے لیے مشہور تھا سامنے آگیا۔ لیکن شاہ میر نے اپنی مصلحت کے پیش نظر ان کا استیصال کر دیا۔ اس نے ماگری اور چک قبائل سے جو سپاہیانہ صلاحیت و ثابت قدمی کے مالک تھے ایک تیار فوج فراہم کی۔

ثقافت:

شاہ میر ایک مہذب مسلمان تھا اس نے اپنی قوت اور ذرائع کو اسلام کی پر امن اشاعت کے لیے استعمال کیا۔ اسلامی ریاست کی مقبول علامات یعنی مسجد اور نماز پہلے ہی رنچن کے عہد میں رواج پا چکے تھے۔ شاہ میر نے کچھ اور مساجد تعمیر کروائیں۔ یزدگر کی تقویم انتخاب کی اور مروجہ ہندو تقویم کی جگہ اسے جاری کیا اسے مقبول بنانے کے لیے شاہ میر نے کشمیری سن نام دیا۔ پھر اس نے کشمیریوں اور بابر کے لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے لئے ان کے درمیان ازدواجی تعلقات اور روابط کی حوصلہ افزائی کی۔[4]

موت:

امن و امان قائم کرنے کے بعد جب بڑھاپے نے زور کیا تو کاروبار سلطنت اپنے بیٹوں جمشید اور علی شیر کے سپرد کر دیا۔ اور خود عبادت میں مشغول ہوا۔ دو سال گیارہ ماہ اور پچیس روز حکمرانی کے بعد 752ھ اور 319ء میں فوت ہوا۔[5]

سلطان جمشید:

کامیابی کے سلسلہ میں میں شاہ میر نے جو تجربہ کیا تھا وہ مصالحت کا تجربہ تھا۔ لیکن ناقابل عمل ثابت ہوا۔ سیاسی بصیرت و تدبر کا حامل ہونے کے باوجود شاہ میر

---

[1] نظام الدین، خواجہ، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، کوثر پرنٹنگ کارپوریشن، لاہور، 2008، ج:3، ص:413۔

[2] ظہور الحسن، نگارستان کشمیر، ص:207۔

[3] سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، ص:50۔

[4] صابر آفاقی، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص:54۔

[5] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ج:4، ص:81۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے جمشید کی جانشینی کا اعلان نہ کر کے بہت بڑی غلطی کی تاہم جمشید نے باپ کی وفات کے بعد بعد اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا کیا مگر دونوں بھائی نباہ نہ کر سکتے تھے۔اس کے چھوٹے بھائی علی شیر کو بغاوت پر آمادہ کر دیا گیا چنانچہ ایک عوامی محاربہ شروع ہوا۔ علی شیر جو طاقتور اور بے باک مگر خود غرض تھا مدنی پور میں میں علم بغاوت بلند کر دیا۔[1]

جمشید نے بھائی پر لشکر کشی کی کی اول رفق و مدارسے پیش آکر مصلحت کا طالب ہوا۔ علی شیر نے صلح سے انکار کر کے بھائی پر شب خون مارا۔اور اس کو شکست دی۔جمشید مدنی پور کو خالی دیکھ کر یلغار کر کے اس پر چڑھ گیا۔جمشید کے وزیر نے علی شیر کو بلا کر سرینگر اس کے حوالے کیا۔جمشید کچھ عرصہ حکومت کر کے 1349ءمیں مر گیا۔[2]

سلطان علاء الدین:

سلطان جمشید کے مرنے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی علی شیر بادشاہ ہوا اس نے اپنا خطاب سلطان علاؤالدین رکھا۔اور اپنے بھائی سیامک کو صاحب اختیار کیا۔اس کے ابتدائی زمانہ میں خوب فراوانی رہی رہی لیکن آخر میں زبردست قحط پڑا۔ہر جگہ خشک سالی اور غلہ کی کمی تھی۔چونکہ سلطان بنفس نفیس عوام میں خوراک کی فراہمی کے لیے انتظامات کر رہا تھا اس لیے قحط کے نتائج نسبتا بہت خفیف تھے۔[3]

سلطان علاؤالدین کی اصلاحات:

* طائفہ مخالف جو کہ ریاست کے نظم و نسق میں مخل تھا اس پر غلبہ حاصل کیا تاکہ ریاست کا نظم و نسق بحال رہے۔
* سلطان شمس الدین کی طرح زلچو کے حملے کے ستائے ہوئے لوگوں کی مدد کی کی اور مسافروں اور تاجروں کے آرام کے لیے مسافر خانے تعمیر کیے۔
* بخشی پور کے نزدیک اپنے نام پر ایک شہر علاء پور آباد کیا۔
* سلطان علاء الدین نے ایک حکم یہ بھی جاری کیا کہ زن ناپارسا میراث سے شوہر پائے۔جس کی بدولت بہت ساری عورتیں پارسا ہو گئیں۔

سلطان علاء الدین 12 سال آٹھ ماہ تیرہ روز حکومت کر کے 1363ءمیں مر گیا۔[4]

سلطان شہاب الدین:

جب سلطان علاؤالدین کا انتقال ہو گیا تو اس کا چھوٹا بھائی جس کا نام سیامک تھا اس کے بعد سلطنت کا مالک ہوا۔وہ بہادر اور جری آدمی تھا اس کے اخلاق پسندیدہ تھے جس دن فتح نامہ کہیں سے نہیں آتا تھا تھا اس دن کو وہ اپنی عمر میں شمار نہیں کرتا تھا کدورت کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے نئی ولایتوں کو قدیم حاکموں کے سپرد کر دیتا تھا۔[5]

سلطان شہاب الدین کی اصلاحات:

فوج سازی:

سلطان شہاب الدین جونہی تخت کا وارث بنا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی فوجوں کی از سر نو تنظیم کی۔اس سلسلہ میں اس نے مظفر آباد، میرپور، پونچھ، راجوری اور بارہ مولا مولا کے لوگوں لوگوں کی کثیر تعداد کو فوج میں بھرتی کیا۔فوج کو منظم کرنے کے بعد بعد وہ دوسرے علاقوں کو فتح کرنے کے لیے نکلا۔اس نے کاشغر کے حکمران کی فوجوں کو شکست دی۔لداخ، بلتستان اور گلگت پر اپنی فوج کے ذریعے سے قبضہ کر لیا۔بعد ازاں اس نے جموں وکشتواڑ پر چڑھائی کی۔اور ان دونوں علاقوں کو زیر نگیں لایا۔[6]

---

[1] صابر آفاقی، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص:55۔

[2] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ج:4، ص:81۔

[3] نظام الدین، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، ص:416۔

[4] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ج:4، ص:81۔

[5] نظام الدین، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، ص:417۔

[6] سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، ص:51۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

فتوحات:

جموں اور کشتواڑ کو فتح کرنے کے بعد پانچ لاکھ سے زائد فوج اور 50 ہزار گھوڑ سواروں سے شہاب الدین نے پنجاب پر حملہ کیا اور دریائے سندھ کے کنارے قیام کیا۔ حق میں سندھ نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ شہاب الدین نے سندھ کے بعد پشاور پر لشکر کشی کی اور بے شمار فتوحات کرتا ہوا ہندوکش پہنچا۔ شہاب الدین کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے بھی اس کے نام سے کانپتے تھے۔ سفر کی تھکن کی وجہ سے شہاب الدین واپس ہوا اور اس نے دریائے ستلج کے کنارے قیام کیا اور اسی دوران میں راجہ نگر کوٹ سے ملاقات ہوئی۔ راجا دہلی سے بے شمار دولت لے کر رہا تھا اس نے یہ تمام دولت سلطان شہاب الدین کی خدمت میں پیش کی اور اس کے اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا۔ تبت کو چک کا حاکم بھی بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے درخواست کی کہ اس کا لشکر تبت کو چک کو تباہ و برباد نہ کرے۔ اس طرح سے سلطان فتوحات کرتا ہوا واپس کشمیر لوٹے آیا۔[1]

تعمیر نو:

1361ء میں وادی کشمیر سیلاب سے تباہ ہو گئی تھی۔ دریائے جہلم اور اس کے معاون ندی نالے طغیانی پر تھے۔ اور انہوں نے کئی جگہوں کو سیر اب کر دیا تھا۔ کوئی درخت، کوئی پل اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جو سیلاب کے راستے میں ہو اور تباہ نہ ہو گیا ہو۔ سب سے بڑی تباہی مکانات اور غزہ کی تھی مگر سلطان نے خوراک فراہم کرنے اور سیلاب سے متاثرہ لوگوں کو دوبارہ بسانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ تباہ شدہ شہر اور گاؤں کی از سر نو منصوبہ بندی کی۔ اور دریائے جہلم کی تہہ بھی صاف کروایا۔ اس کے بعد اس نے زراعت کی ترقی اور کسانوں کی فلاح و بہبود کو ترجیح دی اور زیادہ غلہ اگاؤں مہم کی حوصلہ افزائی کی تاکہ امن و امان بحال رہے۔ شہاب الدین جو پیدائشی طور پر شہری سکیم ساز تھا کوہ ہری پربت کے ارد گرد ایک بلند و صحت افزا علاقہ کو دارالحکومت کے لیے منتخب کیا۔ یہاں اس نے ایک شہر آباد کیا۔ جس نے سیلاب و امراض سے محفوظ رہنے کی ضمانت دی۔ اس نے دریائے جہلم اور سندھ کے کنارے پر شہاب الدین پور کا شہر بھی بسایا۔[2]

سلطان شہاب الدین کے ذوق لطیف اور غیر معمولی قابلیت شہر سازی شادی اس بات سے بھی ثابت ہوئی۔ جو کہ مغلیہ سلطنت کے فرمانروا شہنشاہ جہانگیر نے کہی۔ شہنشاہ جہانگیر نے جب شہاب الدین پور کو اس کی تعمیر کے کے دو سو پچاس سال بعد دیکھا تو اپنی توزک میں لکھتا ہے۔

> "شہاب الدین پور شعر کشمیر کے مشہور مقامات میں سے ایک ہے ہے ایک نفیس اور سرسبز قطعہ زمین تقریبا 100 خوبصورت چناروں کا جھرمٹ آپس میں اس طرح مل گیا ہے ہے کہ پوری زمین پر سایہ پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر قالین بچھانہ فضول اور ناقص معلوم ہوتا ہے۔"[3]

آج یہ شہر شادی پور گاؤں کی صورت میں میں پایا جاتا ہے۔ جو چناروں کے جھرمٹ میں ایک پرکشش مقام ہے۔

ہندوؤں کے ساتھ سلوک:

سیلاب آنے کی وجہ سے سے کافی تباہی ہوئی ہوئی سے جس کی وجہ سے خزانہ بھی خالی ہوا مزید بر آں فوجی مہمات اور اندرون ملک تعمیراتی منصوبوں کے نتیجہ میں ریاست کے مالی و اقتصادی ذرائع کا بے پناہ خرچ مالی مشکلات کا سبب بنا۔ ان مشکلات کے پیش نظر سلطان کے ایک وزیر نے نے ایک مندر کو گرانے کی تجویز پیش کی تھی۔ تاکہ اس میں رکھی ہوئی بیوی مورتیوں کو سکوں میں تبدیل کیا جاسکے۔ لیکن سلطان نے یہ کہہ کر کر تجویز کو رد کر دیا کہ وہ بت شکن کی حیثیت سے یاد کیے جانے کا خواہش مند نہیں ہے۔ بلکہ اس نے تو اپنے نیک اور صلح جو جذبات کو عملی شکل دینے کے لیے کچھ شکستہ مندروں کی مرمت بھی کروائی۔ سلطان شہاب الدین نے سلطنت کے خلاف ہندو ہوں یا مسلمان سخت رویہ اختیار کیا۔[4]

موت:

آخری عمر میں سلطان شہاب الدین نے اپنے چھوٹے بھائی ہندال کو ولی عہد مقرر کیا۔ اپنے دو حقیقی بیٹوں حسن خان اور ولی خان کو ان کی سوتیلی ماں کا ان کی طرف سے بہکانے کی وجہ سے دہلی کی طرف بھیج دیا۔ سلطان اپنے بیٹوں کے لیے اس فیصلہ پر بہت رنجیدہ تھا مگر وقت گزر چکا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو طلب کیا

---

[1] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ج:4، ص:695۔

[2] صابر آفاقی، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص:60۔

[3] جہانگیر، نورالدین، تزک جہانگیری، مترجم مولوی احمد علی رامپوری، ص:338۔

[4] صابر آفاقی، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص:61۔

حسن خان جموں میں ہی پہنچا تھا کہ سلطان شہاب الدین مریض ہو کر 1386ء کو فوت ہو گیا۔[1]

سلطان شہاب الدین نیک سیرت، عدل و انصاف روا رکھنے والا حکمران تھا۔ اس نے اپنی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ خاص طور پر ہندوؤں سے اچھا برتاؤ روا رکھا۔

مبحث سوم: سلطان قطب الدین سے سلطان علی شاہ کے حالات اور رعایا سے برتاؤ

جب سلطان شہاب الدین کا انتقال ہو گیا تو اس کا بھائی ہندال اس کے بعد سلطنت کا مالک ہوا۔ اس نے سلطان قطب الدین کا لقب اختیار کیا۔ وہ نہایت پسندیدہ اخلاق کا مالک تھا۔ اسے خدا نے بصیرت اور تیز فہمی کی دولت و دیت کی تھی۔ وہ تجربے کا حامل تھا جو اس نے اپنے بھائی کے دور حکومت میں حاصل کیا تھا۔ وزیر اعظم کا قلمدان بھی اس کے پاس تھا۔ اور وہ عوامی مسائل کو بھی خوب سنتا اور عدل و اعتدال کے ساتھ انہیں حل کرتا تھا۔ وہ احکام کے نافذ کرنے میں بہت اہتمام کرتا تھا۔[2]

سیاسی مشکلات:

ابتدائی عہد حکومت میں قطب الدین کو اپنے بھتیجے اور حریف اقتدار حسن خان سے نمٹنے کے لیے ہاف تونے ابھارا کیونکہ شاب الدین نے اپنی موت سے پہلے اعلان کر دیا تھا کہ اس کے بڑے بیٹے حسن خان کو جانشین ہونا چاہیے اس لیے اس نے حسن خان کو جلاوطنی سے واپس بلا لیا تھا۔ مگر وہ ابھی راستے میں ہی تھا کہ سلطان کا وصال ہو گیا اور اس کا چچا تخت نشین ہو گیا۔ یہ بات سلطان قطب الدین کو معلوم تھی کہ سلطان شہاب الدین نے حسن خان کے بارے میں کہا تھا کہ وہ جانشین ہونا چاہیے۔ یہ ایک سیاسی مسئلہ تھا جو کہ اس وقت سلطان قطب الدین کو درپیش تھا۔ سلطان قطب الدین نے حسن خان کو اس کا منصب دینے کے لیے دہلی سے طلب کیا۔ لیکن جب حسن خان نے اطاعت کر کے کے قدموں لایت کشمیر میں رکھا ایک جماعت اہل حسن نے اس کے ارادہ سے دور کر کے اس کی گرفتاری پر آمادہ کیا۔ ایک وزیر جو کہ سلطان شہاب الدین کے امراء میں سے تھا۔ اس نے حسن خان کو سلطان کے ارادہ کی خبر کی اور حسن خان بھاگ کر لوہر کوٹ کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ کے مخالف الف جو اس مقام میں تھے مجھے حسن خان کے آنے کی وجہ سے مضبوط ہونے لگے۔ سلطان قطب الدین نے رائے دل کو گرفتار کیا۔ مگر وہ وہاں سے بھاگ کر حسن خان کی طرف چلا گیا یا۔ وہاں کے زمینداروں نے نے حسن خان اور رائے دل کو گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں بھیج دیا سلطان نے رائے دل کو تہہ تیغ کر دیا اور حسن خان کو قید کر دیا یا۔ سلطان قطب الدین نے لوھر کوٹ قلعہ کی تسخیر کے لئے ایک سردار کو بھیجا جو کہ سلطان شہاب الدین کے امراء کے قبضہ میں تھا۔ دونوں فریقین میں معرکہ ہوا اور وہ سردار مارا گیا۔[3] سلطان قطب الدین نے اس طرح سے سیاسی مشکلات پر قابو پایا۔

سلطان قطب الدین کے آدمی امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کشمیر کے اطراف میں رونق افروز ہوئے۔ اور سلطان سے ملاقات کی۔ سلطان قطب الدین شاہ ہمدان سے محبت کرتا تھا۔ اور ان کا دل سے احترام کرتا تھا۔

امیر کبیر سید علی ہمدانی:

حضرت شرف الدین بلبل شاہ کے بعد کشمیر میں تبلیغ اسلام کے لیے کی بزرگ تشریف لائے۔ مگر جس ہستی نے صحیح معنوں میں کشمیر میں عقیدہ توحید کی شمع روشن کی کی وہ امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف بہ شاہ ہمدان تھے۔ سہروردیہ سلسلے سے آپ کا تعلق تھا۔ امیر کبیر ہمدان کے حسنی سادات خاندان کے نامور چشم و چراغ تھے۔ علوم معقول و منقول کی تحصیل کے بعد تہذیب نفس اور عرفانِ حقیقت کے ارادے کے لیے چھ سال خلوت گزیں ہو کر ذکر و مراقبہ اور ریاضت و عبادت میں مصروف رہے۔ 21 سال تک انہوں نے بلاد اسلامیہ کے علاوہ دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کی۔ اور سینکڑوں اولیاء اللہ سے اضافہ و استفادہ کیا۔ اپنے ساتھ سو مریضوں کے ہمراہ کشمیر میں تشریف لائے اور یہاں رہ کر اسلام کی منظم ترویج و اشاعت کی۔ آپ کی آمد سے قبل کشمیر تقریباً تمام مسلمان اسلامی معاشرت اور دینی فکر و مزاج سے ناآشنا تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کشمیر صدیوں سے بدھ مت اور ہندو دھرم کی آماجگاہ تھا۔ شاہ ہمدان سے پہلے جو صوفیاء و مبلغین اس سرزمین میں وارد ہوئے۔ انہوں نے اپنی تبلیغی مساعی کو خاموش دعوت و تربیت اور درویشانہ عادات و اطوار تک محدود کر رکھا تھا۔

---

[1] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ص:82۔

[2] نظام الدین، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، ص:418۔

[3] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص:697۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ڈاکٹر ایم ایس ناز تصویر کشمیر میں لکھتے ہیں کہ:

"شاہ ہمدان نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنی تبلیغی سرگرمیاں معاشرتی ضرورت کے مطابق شروع کیں۔ شاہ ہمدان اور ان کے رؤسا نے نہ صرف اہل کشمیر کی اسلام کی طرف رہنمائی کی بلکہ انہیں صنعت و حرفت اور فارسی زبان و ادب سے بھی نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے لوگ اپنی زندگی میں ترقی اور خوشحالی کو امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فیوض و برکات سمجھتے ہیں۔"[1]

شاہ ہمدان ان تین مرتبہ کشمیر تشریف لائے۔ پہلی دفعہ 6 ماہ گزارنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ دوسری مرتبہ اڑھائی سال کشمیر میں قیام فرمایا۔ تیسری مرتبہ خرابی صحت کی وجہ سے زیادہ عرصہ کشمیر میں قیام نہ کر سکے۔

سلطان قطب الدین اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کی ملاقات:

شاہ ہمدان دوسری مرتبہ جب 1379 میں کشمیر میں تشریف لائے تو اس وقت سلطان قطب الدین کا دور سلطنت تھا۔ قطب الدین کو جب آپ کا پتہ چلا تو وہ آپ کو عقیدت واحترام سے ملاوہ شروع سے آپ کا معتقد تھا۔ مگر اسلامی احکام سے ناواقف تھا۔ سلطان کے عقد میں ایک ساتھ سگی دو بہنیں تھیں۔ شاہ ہمدان کو جونہی اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے سلطان کو ایک بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ جسے سلطان فورن بجالایا۔ شاہ ہمدان نے عوام کے ساتھ ساتھ ہاتھ حاکم وقت کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا۔ ہندوانہ رسم ورواج اور لباس جو کہ چلا آرہا تھا اس کو ختم کیا۔[2]

اس طرح سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔ آپ کی ذات سے قطب الدین کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ وہ روزانہ آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو اپنی ٹوپی عطا کی تھی۔ جسے وہ اپنے تاج کے نیچے پہنا کرتا تھا۔ شاہ ہمدان نے حکمران طبقہ کی اصلاح صرف ونصیحت سے نہیں کی بلکہ ایک اسلامی معاشرہ کے صحیح معنوں میں قیام کے لیے ایک کتاب "ذخیرۃ الملوک" بھی لکھی۔ جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حکومت کے آداب، انتظامیہ کی ذمہ داریاں، مقننہ کی حدود اور عدلیہ کے فرائض پر روشنی ڈالی۔

سلطان قطب الدین کی وفات:

سلطان قطب الدین کے آخری چند برسوں میں اسلام نے سید علی ہمدانی اور ان کے مریدوں کی کوششوں سے قابل قدر ترقی کی تحریک کو سرکاری حوصلہ افزائی اور مدد ملی۔ اس زمانے میں سلطان قطب الدین کو خدا نے دو بیٹے عطا فرمائے۔ ایک کا نام آشکار اور دوسرے کا نام ہیبت خان رکھا۔ یہ دونوں بیٹے خرد سال تھے کہ بادشاہ کا وصال 799ھ، 1396ء میں ہوا۔ قطب الدین نے 15 سال اور پانچ ماہ حکومت کی۔[3]

سلطان قطب الدین کے دور میں میں عوام کے لیے ترقی کے لئے بہت سارے مواقع میسر رہے ہیں۔ سلطان قطب الدین اپنی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھتا تھا۔

اس نے مخلوق خدا کے ساتھ لطف وکرم اور احسان کی حقیقی بنیاد رکھی۔ شاہی مصروفیات کے باوجود وہ بہت سے علمی کمالات سے آراستہ تھا اکثر شیر بھی کہتا تھا۔ یہ اشعار اس کے ہیں۔

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانہ	وزلب شیریں توشوریست در ہر خانہ
من بچندیں آشنائی میخورم خون جگر	آشنا بر حال ایں شدوائے بر بیگانہ
قطب مسکین گر گناہے میکند عیبش مکن	عیب نبود گر گناہے می کند دیوانہ

"اے کہ تیرے چہرے کی شمع کے گرد ایک دنیا پروانہ وار چکر کاٹ رہی ہے۔ اور تیرے شیریں ہونٹوں کے ہاتھوں ہر ہر گھر میں شور برپا ہے۔ میں اس قدر آشنائی کے باوجود خون جگر پی رہا ہوں۔ جب آشنا کا یہ حال ہے تو بیگانے کی حالت تو قابل افسوس ہوگئی۔ اگر مسکین قطب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کی برائی نہ کر۔ اگر کوئی دیوانہ

---

[1] ایم ایس ناز، ڈاکٹر، تصویر کشمیر، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1992، ص:249۔

[2] ایم ایس ناز، تصویر کشمیر، ص:251۔

[3] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ص:82۔

گناہ کرتا ہے تو وہ برائی نہیں ہے۔[1]

سلطان قطب الدین کا دور اسلام کی ترجیح واشاعت اور اسلامی ریاست کا آئینہ دار رہا۔ اس دور میں دین کی تبلیغ کے سلسلہ میں ریاست کی حوصلہ افزائی شامل رہی ہیں اس لئے اسلام حقیقی معنوں میں کشمیر کے گوشہ گوشہ تک پہنچ گیا۔

سلطان سکندر بت شکن:

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان سکندر کے لقب کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ ابھی اس کی عمر بمشکل آٹھ سال تھی اس کی والدہ جو نہایت با تدبیر دلیر اور پر عزم خاتون تھیں۔ کاروبار سلطنت انجام دینے لگیں۔ خیال تھا کہ بغاوت ہو جائے گی مگر سلطان کی والدہ بی بی حورا نے اپنی بیٹی اور اس کے شوہر شاہ محمد کو قتل کروا کے فساد کو ختم کر دیا۔ سلطان سکندر منصف مزاج اور دیندار بادشاہ تھا۔

شاہ عدل سکندر ثانی:

که از و یافت سر فرازی تاج　　　ملک روشن بنور شرع از وست
گرچہ بودہ زکفر چوں شب داج　　　بہر تاریخ سال سلطنش
عقل گفتہ بشرع دارہ رواج

شاہ عدل سکندر ثانی کی ذات سے تجھ کو سر فرازی ملی۔ اس کی وجہ سے ملک نور شرع سے منور ہوا۔ اگرچہ ملک کفر کے سبب گھٹاٹوپ اندھیرے والی رات کی مانند تھا۔ اس کی سلطنت کی تاریخ عقل نے ان لفظوں میں بیان کی "بشرع دادہ رواج" یعنی اس نے شرع کو رواج دیا۔[2]

سلطان سکندر سلاطین کشمیر سے شوکت و عظمت اور کثرت افواج میں ممتاز ہوا۔ اور رعب و دبدبہ رکھتا تھا۔ اور سلطان سکندر کی ماں اوائل حکومت میں دخل مہمات ملکی میں اکثر امور کو بخوبی سر انجام دیتی تھی۔ رائے مادری قاری سلطان سکندر کے عمراء میں سے تھا۔ اس نے سلطان سکندر کے بھائی ہیبت خان کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ شاہ سکندر کو اس کے اس جرم سے صدمہ پہنچا۔ لیکن اس کے باوجود شاہ سکندر نے صبر و استقلال سے کام لیا اور اس کو کوئی سزا فوری طور پر نہ دی۔ رائے مادری اس بات سے واقف تھا کہ میرے عمل کے بارے میں بادشاہ جانتے ہیں اس لیے وہ بادشاہ سے دور جانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ محفوظ رہے۔ اس دور سے اس نے شاہ سکندر سے التماس کی کہ وہ تبت کو چک کی تسخیر کے لیے جانا چاہتا ہے۔ شاہ سکندر نے بھی اجازت دیدی تاکہ خود ہی لڑائی میں اپنے انجام تک پہنچ جائے۔ اور اس کا مقصد بھی بغیر کسی سعی کے ہاتھ آجائے۔ رائے مادری نے تبت کو چک کی تسخیر کی اور اس کے بعد خود اس نے بغاوت پر کمر باندھی۔ اس پر سکندر نے خود نفس نفیس لشکر جمع کر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور سرحد میں جنگ واقع ہوئی رائے مادری بھاگا اور شاہ سکندر کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ اور شاہ نے اسے قید کیا۔ رائے مادری قید کی مصیبت سے تنگ آکر ایک مدت کے بعد زہر کھا کر مر گیا۔ شاہ سکندر نے اپنی مرضی کے مطابق تبت اور اس کے اطراف میں سلطنت کے انتظامات کو منظم کیا۔[3] سلطان سکندر بشکن کے دور میں سید محمد ہمدانی تشریف لائے۔

سید محمد ہمدانی:

شاہ ہمدان کے بعد ان کے بیٹے سید محمد ہمدانی نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے کشمیر میں تبلیغ اسلام کی مہم کو بڑی لگن اور جانفشانی سے جاری و ساری رکھا۔ تقریباً گیارہ سال وہ کشمیر ہی میں سکونت پذیر رہے۔ یہاں دو شادیاں کیں اور کشمیر سے فکری اور روحانی تعلق کے ساتھ ساتھ جسمانی رشتہ بھی قائم کر لیا۔ ان کی عملی کوششوں اور دینی سرگرمیوں سے کشمیر میں اسلامی فکر و ثقافت کو استحکام اور عروج نصیب ہوا ہوا۔ میر سید محمد ہمدانی در حقیقت دین حق کی نشانی تھے۔ وہ تین سو کے لگ بھگ اہل سادات اور علمائے کبار کا قافلہ لے کر تشریف لائے تھے۔ اور پہلے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ہمدان کے ادھورے دینی کاموں کو مکمل کیا۔ اور پھر الگ سے اپنی تبلیغی مساعی شروع کر دیں۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں شاہ ہمدان کے جملہ ساتھیوں کا جواب نہ تھا۔ ان میں سے بعض نے درس و تدریس کے میدان میں خاصی شہرت حاصل کی۔ ان میں سے سید جمال الدین بخاری بلند پایاں محدث اور مفسر تھے۔ شاہ ہمدان کے رفقاء میں سید

---

[1] محمد اعظم، واقعات کشمیر، مترجم خواجہ حمید یزدانی، ص:74۔

[2] سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، ص:53۔

[3] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص:698۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

احمد، سید محمد کاظم، سید رکن الدین اور سید فخر الدین شامل ہیں۔ ان کا فقہ کی تعلیم و تدریس میں شہرہ تھا۔ شیخ نور الدین بدخشی، ملان قوام الدین بدخشی اور شیخ محمد الشامی عربی دینی علوم کے ماہر اساتذہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان سب کے علاوہ سید محمد ہمدانی نے شاہ ہمدان کے مشن کو جاری رکھا۔ انہوں نے کشمیر میں اسلام کی کی چھوٹی بڑی قندیلیں روشن کیں۔ میر محمد ہمدانی کی تبلیغ کو ششوں سے کشمیر میں اسلامی تصوف کو فروغ حاصل ہوا۔ جس کا دارومدار سرتاسر کتاب وسنت پر تھا۔ اسی بناپر کشمیری مسلمان فقہ اور تصوف کے لحاظ سے کافی حد تک افراط و تفریط سے بچ گئے اور اسلام کی عمارت اس وادی میں مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار ہونے لگی۔[1]

سلطان سکندر اور سید محمد ہمدانی کی ملاقات:

سید محمد ہمدانی جست تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دے رہے تھے وہ سلطان سکندر کا زمانہ تھا۔ سلطان سکندر سید محمد ہمدانی کو اپنا استاد و مرشد تسلیم کرتا تھا اور ہر وقت ان کی تعظیم و تکریم میں پیش پیش رہتا تھا۔ سلطان نے حضرت میر محمد ہمدانی کو تین بڑے گاؤں جاگیر کے طور پر پیش کئے لیکن حضرت میر محمد ہمدانی نے انہیں اپنی ذات کے لیے مختص کرنے کی بجائے لنگر خانہ کے لیے وقف کر دیا۔ سلطان کا ایک وزیر جس کا نام سید بٹ تھا جو کہ ایک ہندو تھا۔ اس نے سید محمد ہمدانی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور اپنا نام ملک سیف الدین رکھا۔[2]

ملک سیف الدین نے اشاعت اسلام کے لیے شب و روز کام کیا۔ میر محمد ہمدانی کشمیر میں رہ کر غیر مسلموں میں دعوت اسلام کا کام ایک تسلسل سے کرتے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بچوں اور بڑوں کی تربیت کے لیے مدارس اور خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ اس کے علاوہ حکمران طبقہ کو ہمیشہ خوف خدا کی تلقین کرتے رہے تاکہ سلطنت میں عدل قائم کرنے، امور حکومت میں اسلامی تعلیمات پر کاربند رہنے اور خزانہ شاہی کو دیانتداری سے تصرف میں لائیں۔ آپ کے توجہ دلانے پر جگہ جگہ مساجد بنانے، مکتب قائم کرنے، لنگر خانے تعمیر کرنے، مسافر خانے بنانے اپنے اور یتیموں کی پرورش کے انتظامات کیے جانے لگے۔ آپ کے ہمراہ جو تین سو داعی تشریف لائے تھے وہ تحریک اسلام کی دعوت کو لے کر ایک ایک گاؤں اور ایک ایک قریہ میں پہنچے۔ ان حضرات نے اپنی سیرت و کردار سے عوام کے دل جیت لئے۔ سید محمد ہمدانی نے گراں قدر سر کو تصنیف کیں۔ ان میں سے رسالہ سکندریہ اور مشمیہ میر مشہور ہیں۔ رسالہ سکندریہ کا موضوع تصوف ہے۔[3]

حملہ تیمور:

تین سو اٹھانوے میں تیمور ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے پر قیام کیا اور وہاں مختلف ممالک کے سفیروں نے آکر تیمور کی اطاعت گزاری کی۔ سلطان سکندر نے بھی اپنی مملکت کو بچانے کی غرض سے ایک سفیر تیمور کے پاس اظہار اطاعت کے لیے بھیجا۔ تیمور نے سفیر کو پیغام دے کر بھیجا کہ سکندر اور سے ملاقات کرے۔ سکندر ملاقات کے لیے روانہ ہوا تو اس کو راستے میں خبر ملی کہ تیمور کے وزیر اس سے 30 ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ درست مانگتے ہیں۔ جس میں ہر درست کا وزن گھٹائیں مثقال ہونا چاہیے۔ سکندر اس رقم کو جمع کرنے کے لئے کشمیر لوٹ آیا۔ تیمور نے اپنے سفیر سکندر کے پاس بھیجے۔ سفیر، سکندر کے نمائندوں کے ساتھ لوٹے اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ تیمور کو سکندر کے نمائندوں جن کی سربراہی نور الدین کر رہا تھا بتایا کہ سلطان آرہا تھا کہ راستے میں آپ کی طرف سے کیے جانے والا مطالبہ روپے اور گھوڑے فراہم کرنے کے لئے واپس چلا گیا تھا۔ یہ سن کر تیمور نے اپنے وزیروں کی سرزنش کی اور کہا کہ اتنا بڑا اخراج سلطان کے بس کا نہ تھا۔ اس کے بعد تیمور نے سفیروں کو معتمد زین الدین کے معیت میں واپس بھیج دیا اور ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ اندر اس کے افسروں کی مانگ پوری کرنے پر مجبور نہیں تھا۔ اور وہ 28 دن بعد دریائے سندھ کے کنارے اسے ملنا چاہیے۔ اطلاع ملنے پر سکندر دوبارہ روانہ ہوا لیکن وہ بھی راستے میں تھا کہ اس کو پتہ چلا کہ تیمور دریائے سندھ پار کے سمرقند کی طرف روانہ ہو گیا اس لیے سکندر واپس کشمیر میں لوٹ آیا۔[4]

اس طرح سے سکندر نے حکمت عملی اور تدبیر کے ساتھ اپنی سلطنت کو حملے سے محفوظ کر لیا۔ سکندر نے کوئی نئی فتوحات نہیں کیں اور صرف اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی مملکت کو سنبھالے رکھا۔

---

[1] ایم ایس ناز، تصویر کشمیر، ص:254۔

[2] سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، ص:55۔

[3] عاشق، تاریخ تحریک اسلامی جموں و کشمیر، ج:1، ص:63۔

[4] محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، نیو سلمان پرنٹنگ پریس سادات کالونی، کراچی، 1990، ص:80۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اصلاحات سلطان سکندر:

* سکندر لائق، سخی اور بہادر انسان تھا۔ اپنی رعایا کی خوشحالی کا خاص خیال رکھتا تھا اس نے بہت سے بے رحمانہ ٹیکسوں مثلاً باج اور تمغہ معاف کر دیا جو اب تک عوام سے وصول کیے جاتے تھے۔
* سکندر نے بچوں کی تعلیم کے لیے مدرسے کھولے اور ہسپتال بنوائی جہاں دوا اور کھانا مفت دیا جاتا تھا۔
* سکندر نے مسافروں، علماء سادات نعت اور غیر مستطیع افراد کے فائدے کے لئے کئی گاؤں کر دیے تھے۔ اور ان کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری شیخ الاسلام پر عائد کی۔
* سکندر علماء اور صوفیاء کی بہت سرپرستی کرتا تھا اور اس کے عہد حکومت میں ایران اور وسط ایشیا سے بہت سے علما اور صوفیا کشمیر آئے۔ سلطان ان سے عزت اور احترام سے پیش آتا تھا اور ان کو جاگیر عطا کرتا تھا۔
* سکندر تعمیرات کا بڑا شوق تھا اس نے سکندر پور کے قصبہ کو آباد کیا۔ اور اس میں ایک عظیم الشان محل اور ایک شاندار جامع مسجد بنوائی۔ سکندر نے قصبہ بیج بہار میں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی اور سری نگر میں میں ایک عید گاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کو اس کے بیٹے سلطان علی شاہ نے پایا تکمیل تک پہنچایا۔ مسجدوں کے علاوہ سکندر نے مختلف قصبوں میں خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ اس کے علاوہ علاؤالدین پورہ میں ایک خان کا تعمیر کرائی جس کا نام خانقاہ معلیٰ ہے۔ اس کے علاوہ سکندر نے ایک دو منزلہ مسجد تعمیر کرائی اور اس کے اطراف میں خوب صورت باغ تھا جس میں طرح طرح کے پھلوں اور پھولوں کے درخت تھے۔
* سکندر نے ملک میں شرعی احکام کو بہت سختی سے نافذ کیا۔ اس نے شراب اور دوسری اس جیسی چیزوں کو ممنوع قرار دیا۔ قمار بازی عورتوں کا ناچنا اور موسیقی کے ساز مثلاً بانسری، ستار اور باجا بند کر دیا۔ صرف طبل اور فوجی باجا بجانے کی اجازت تھی۔
* سکندر نے شیخ الاسلام کا عہدہ قائم کیا تا کہ اسلامی قوانین کا نفاذ مناسب طور پر ہوتا ہے۔ یہ سارے اقدام سکندر نے سید ہمدانی کے زیر اثر کیے تھے۔ سلطان نے غیر مسلموں پر دو پل چاندی فی کس جزیہ لگایا اور ستی بند کرادی۔ قشقہ اور تلک لگانا بھی ممنوع قرار دے دیا۔[1]

سکندر بت شکن:

سلطان سکندر تاریخ میں بت شکن کے حوالے سے مشہور ہے۔ سکندر کے حوالے سے یہ بات مشہور ہے کہ یہ ہندوؤں کے بنائے ہوئے بتوں کو توڑنے میں بہت زیادہ کوشش کرتا تھا۔

تاریخ فرشتہ میں لکھاہے کہ سلطان کا ایک وزیر سیہ بٹ مسلمان ہو گیا۔ سلطان نے اسے اپنا وزیر اعظم بنالیا۔ وہ وزیر ہندوؤں کو ایذا پہنچانے میں بہت کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان نے اس کے کہنے سے حکم صادر فرمایا کہ برہمن اور ہنود مسلمان ہو جائیں۔ جو مسلمان نہ ہو وہ کشمیر سے نکل جائے۔ سونے چاندی کے بتوں کو دارالضرب یعنی ٹکسال میں گلا کر زر مسکوک بنادیں۔[2]

ایک اور جگہ پر فرشتہ میں لکھاہے کہ سلطان نے اپنی تمام ہمت بتوں اور خانوں کو توڑنے اور مسمار کرنے پر صرف کی۔ ان میں سے اکثر بت کدے خراب کر دیے۔ سلطان کے حکم سے ایک بہت بڑے بت کدہ کو کھودا گیا۔ پانی کی تہہ تک اس کی کھدائی کی گئی۔ راجہ للتاوت نے ایک بت کدہ ظہور اسلام سے قبل تیار کیا تھا اور نجومیوں سے پوچھا تھا کہ یہ کب تک قائم رہے گا اور کس طرح ویران ہو گا۔ نجومیوں نے اسے بتایا کہ جب ایک ہزار اور ایک سو سال گزریں گے سکندر نام کے ایک بادشاہ اس بت خانہ کو توڑے اور ویران کرے گا۔ راجہ للتاوت نے یہ مضمون ایک تانبے کی پتر پر کندہ کرا کے اس کو صندوق میں بند کر کے اس عمارت کی تہہ میں دفن کر دیا۔ جب سکندر اس بت خانہ کی تہ تک پہنچا تو اس کو وہ صندوق ملا اس نے جب یہ پڑھا تو کہا کہ راجہ کو چاہیے تھا کہ وہ اس بات کو عمارت کے اوپر والے حصے پر کندہ کرتا تا کہ میں اس کو نہ توڑتا۔ اس طرح سے بت خانہ کو خراب اور ویران کر کے سکندر بشکن کے نام سے مشہور ہوا۔[3]

مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان میں لکھاہے کہ۔

[1] محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، ص:86۔

[2] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص:698۔

[3] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص:699۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

"سیہ دیو بھٹ مسلمان ہوا تھا۔ اور بادشاہ نے اس کو مطلق العنان وزیر کیا تھا۔ اور اس کو اپنا دنیوی معتمد علیہ بنایا تھا۔ یہ وزیر ہندوؤں کو ایذا دینے میں بہت کوشش کرتا تھا۔ اس کے کہنے سے سلطان نے حکم دیا کہ برہمن اور ہندو مسلمان ہو جائیں یا پھر کشمیر چھوڑ کر چلے جائیں۔ سونے چاندی کے بت دار الضرب میں گلائے جائیں اور ان کے سکے ڈھالے جائیں۔ اس نے بڑے بڑے بت خانے توڑ ڈالے کہ اس کا خطاب بت شکن ہو گیا"[1]

خواجہ نظام الدین نے طبقات اکبری میں کہاہے کہ سلطان شاہ شیعہ کافروں کے عبادت خانوں اور بتوں کے توڑنے میں بہت کوشش کرتا تھا۔ ان میں سے ایک بت خانہ بہت بلند تھا سلطان نے اس کو مسمار کر دیا۔ سلطان نے اس کی بنیادوں کو پانی کی تہہ تک کھودا مگر انتہانہ ملی۔ ایک اور بت خانے کو سلطان نے توڑا تو اس کے توڑنے کے دوران اس سے بڑے بڑے شعلے اٹھے۔ راج للتاوت نے ایک بت خانہ بنایا تھا اور اپنے نجومیوں سے پوچھا تھا کہ یہ کب ویران ہو گا۔ انہوں نے اسے بتایا کہ ایک ہزار اور ایک سو سال کے بعد سکندر نامی بادشاہ اسے ویران کرے گا۔ اس نے یہ تحریر اس بت خانے کی تہہ میں رکھوا دی۔ جب سکندر کو یہ تحریر ملی تو اس نے فرمایا کہ کاش اس عبارت کو عمارت کے اوپر لکھوا دیا جاتا تو میں اس کی ویرانی کا حکم نہ دیتا۔[2]

ڈاکٹر ایم ایس ناز نے لکھاہے کہ سلطان سکندر کا وزیر اعظم سیہ بٹ دیو جب مسلمان ہوا۔ اور اپنا نام سیف الدین رکھا تو اس نے نو مسلم ہونے کے جوش میں بعض مندر بھی مسمار کر دیئے۔ جس کی بنا پر لوگ سلطان کو "سکندر بت شکن" کہنے لگے. میر محمد ہمدانی کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے سیف الدین کو اس عمل سے منع کر دیا اور "لااکراہ فی الدین" کی تلقین فرمائی.[3]

سلیم خان گمی نے سکندر کے بوت شکن اور متاثر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اچھی رائے دی ہے۔ لکھتا ہے کہ۔

"سلطان سکندر کا وزیر اعظم (سیہ بٹ جو بعد میں مسلمان ہو گا) ہندو تھا تھا۔ سلطان کا ایک اور وزیر رائے مادری جس نے سلطان کے بھائی ہیبت خان کو زہر دیا تھا۔ اور بعد میں بغاوت بھی کی وہ بھی ہندو تھا۔ سلطان کی ایک بیوی ہندو تھی جس کا نام شوبھا صہادیوی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان کے دربار میں کئی دوسرے ہندو افسر موجود تھے۔ اگر تو سلطان متعصب ہوتا تو ان کی جگہ پر مسلمان افسروں کی تعیناتی کر سکتا تھا۔ مگر سلطان نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اور اگر اسلام کی اشاعت میں سلطان سکندر نے ظلم و تشدد کیا ہوتا تو اس کا ہندو وزیر اعظم سیہ بٹ اسلام قبول نہ کرتا بلکہ سلطان کی مخالفت کرتا مگر اس نے بخوشی اسلام کو اپنی مرضی اور منشا سے قبول کیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا کہ سلطان متعصب تھا یہ سراسر غلط ہے"[4]

محب الحسن نے لکھاہے کہ اپنے عقائد میں غلط قسم کے جوش رکھنے کی وجہ سے سکندر اور سیف الدین کچھ مندر توڑنے کے مرتکب ہوئے۔ لیکن مورخین نے یہ سراسر غلط لکھاہے کہ انہوں نے ہر علاقہ و قصبہ کے بت خانوں کو مسمار کیا تھا۔ اگر ہم ان کے حساب سے سکندر کے ہاتھوں مسمار کیے ہوئے مندروں کو شمار کریں تو پھر ایک بھی مندر صحیح سالم نہیں بچتاہے اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ سکندر کے سو برس کے بعد بھی وادی کشمیر میں مندروں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ سکندر کی بت شکنی کو مبالغہ آرائی کے ساتھ بیان کیا گیاہے۔ بعض موقعوں پر تو سکندر نے مندروں کو منہدم کیا ہی نہیں بلکہ مقامی باشندوں نے جب اسلام قبول کیا تو مندر کو مسجد میں تبدیل کر دیتے تھے۔[5]

ڈاکٹر صابر آفاقی نے سکندر کی بت شکنی کے حوالے سے اچھی رائے پیش کی ہے۔ اس نے لکھاہے کہ جب سلطان سکندر سے تیمور کے وزیروں نے حد گے سے زیادہ کا تقاضا کیا تو اس وقت سکندر نے صنم کدوں کے انہدام کا حکم دیا وہ کوئی قابل تقلید مثال پیش نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو ایک خاص بحران میں سابقہ مثال سے

[1] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ص:83۔

[2] نظام الدین، طبقات اکبری، مترجم محمد ایوب قادری، ص:420۔

[3] ایم ایس ناز، تصویر کشمیر، ص:256۔

[4] سلیم خان، کشمیر میں اشاعت اسلام، ص:56۔

[5] محب الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، ص:88۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

استفادہ کر رہا تھا۔[1]

اور یہ بات عقل کے زیادہ قریب بھی ہے کہ سلطنت کی حفاظت کی خاطر اس نے بامر مجبوری یہ حکم دیا تھا۔

موت:

سلطان سکندر آخری عمر میں تپ محرقہ میں گرفتار ہوا اپنے بیٹوں میر خان، شاہی خان اور محمد خان کو ایک مجلس میں طلب کیا اور اتفاق واتحاد کے لیے ہر ایک کو نصیحت کی اور اپنے بڑے بیٹے میر خان کو علی شاہ کا خطاب دے کر سلطنت حوالے کی۔ 819ھ 1416ء میں انتقال کیا۔ بائیس سال نو ماہ سلطنت کے امور سر انجام دیے۔[2]

سلطان سکندر ایک دیندار اور رعایا کی خدمت کرنے والا عادل حکمران تھا۔

سلطان علی شاہ:

سلطان علی شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اگرچہ خرد سال تھا مگر سلطان سکندر کی مہابت وصلاحیت ایسی لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ لوگ اس کی طرف سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ ابتدائے سلطنت میں میں کل مہمات ملک کا اہتمام سیف الدین کے حوالے کیا جو سکندر کا وزیر اعظم تھا۔ اس وزیر نے چار سال وزارت کی اس نے ہندوؤں پر وہ ظلم وستم کئے جو وہ سکندر شاہ کی زندگی میں نہ کر سکا تھا۔ سکندر نے اس کروں گار کھا تھا مگر اس وقت اس کے پاس موقع اور طاقت موجود تھی۔ لہذا اس نے اپنی قوم کے برہمنوں کا ستیاناس کر دیا۔ جو ان میں مسلمان نہ ہوتا قتل ہوتا تھا۔ تھوڑے عرصے میں میں کشمیر میں برہمنوں کا نشان باقی نہ رہا۔ وہ مسلمان ہوئے یا پھر جلاوطن ہوئے چار سال کے بعد یہ وزیر دق کے مرض میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔[3]

اس کے بعد سلطان علی شاہ نے کاروبار سلطنت شاہی خان کے سپرد کر دیا۔ یہ بھائی تدبیر وشجاعت میں یکتا تھا تمام مہمات شاہی کو انجام دیتا تھا اور بھائی کو آرام سے رکھتا تھا۔ جب علی شاہ نہیں جہاز کے سفر کا قصد کیا یا تو اپنے بھائی شاہی خان کو جانشین کیا کیا اور دوسرے بھائی محمد خان کو اطاعت وانقیاد کی نصیحت کی۔ جب آپ نے خسر راجہ جموں کے پاس وہ رخصت ہونے لگا تو اس راجہ اور راجہ راجوی نے اس کی سرزنش کی کہ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ راجہ جموں اور راجہ راجوری نے ایک بڑے لشکر کی مدد سے دوبارہ علی شاہ کو تخت نشین کیا۔ شاہی خان سیالکوٹ چلا گیا۔ ان دنوں میں جسرت شیخا کھنگھڑ نے جو سمرقند سے امیر تیمور کی قید سے بھاگ آیا تھا اس نے شاہی خان کو پناہ دی۔ علی شاہ بہت سا لشکر لے کر جسرت اور شاہی پر حملہ کیا مگر اس حملے میں علی شاہ کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد پائے تخت پر شاہی خان ہی بیٹھا تھا۔ علی شاہ کی سلطنت چھ سال نو ماہ تھی۔[4]

سلطان علی شاہ ایک بزدل حکمران تھا۔ اس کے دور حکومت میں کوئی خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے برعکس شاہی خان قابل تھا اور عوام اس کو پسند بھی کرتی تھی۔ جب تخت پر بیٹھا تو اہل کشمیر خوش تھے انہوں نے شادیانوں کے نقارے بجائے۔

خلاصہ بحث

اس مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں حکمرانوں نے اپنے اپنے مذہبی، تہذیبی اور سیاسی پس منظر کے مطابق رعایا کے ساتھ مختلف طرزِ عمل اختیار کیے۔ غیر مسلم حکمرانوں کے دور میں مقامی سماجی ڈھانچے، ذات پات اور علاقائی روایات نے حکومتی رویّوں کو متاثر کیا، جبکہ مسلم حکمرانوں نے اسلامی عدل، رواداری اور رعایا کی فلاح جیسے اصولوں کو نمایاں اہمیت دی۔ کشمیر کے سلاطین —خصوصاً سلطان قطب الدین سے سلطان علی شاہ تک— نے انتظامی اصلاحات، عدالتی نظام اور سماجی ہم آہنگی کو مضبوط کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مجموعی طور پر تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ حکمرانوں کی مذہبی شناخت اور اخلاقی نظریہ رعایا کے ساتھ سلوک میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اور انہی عوامل نے کشمیر کی تاریخی، سماجی اور سیاسی تشکیل پر دیرپا اثرات چھوڑے۔

[1] صابر آفاقی، تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں، ص:81۔

[2] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ص:83۔

[3] محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ص:699۔

[4] محمد ذکاء اللہ، تاریخ ہندوستان، ص:84۔